مُکفّرین اور مکذّبین پر ایک اور کاری ضرب

مباہلہ کی نئی صورت حال پر حضور انور کا تازہ تبصرہ

(سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطبہ جمعہ بتاریخ ۲۳ دسمبر ۱۹۸۸ء بمقام مسجد فضل لندن کا ایک حصہ ادارہ کلیتہً اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

آج میں مباہلہ کے متعلق آپ کے سامنے چند باتیں رکھنی چاہتا ہوں ۔ ایک تازہ صورت حال مباہلے کی یہ پیدا ہوئی ہے کہ کم و بیش چھ ماہ کے بعد یہاں انگلستان کے ایک مولوی نے جماعت احمدیہ کو (مجھے خصوصیت کے ساتھ) یہ چیلنج دیا کہ آپ لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ ایک جگہ اجتماع ضروری نہیں یعنی مشارکت مکانی ضروری نہیں ایک جگہ مکان یعنی جگہ کے اعتبار سے ایک جگہ اکٹھا ہونا ضروری نہیں تو ہم آپ کیلئے

(بقیہ صـ۷ پر)
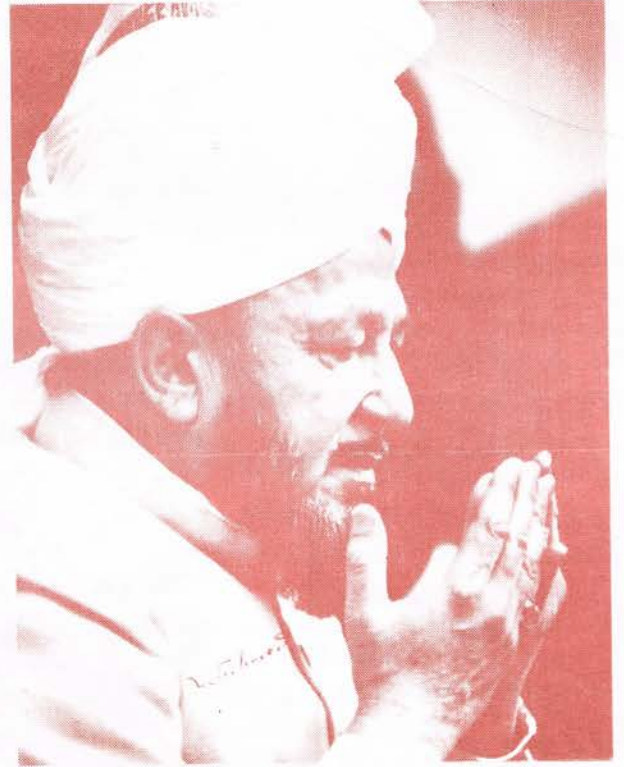
The Ahmadiyya Gazette and Annoor are published under the supervision of Maulana Sheikh Mubarak Ahmad, Amir & Missionary Incharge, USA, for the Ahmadiya Movement In Islam, Inc., 2141 Leroy Place, N.W., Washington, DC 20008. Ph: (202) 232-3737
Printed at the Fazl-i-Umar Press and distributed from Athens, OH 45701

Ahmadiyya Movement In Islam, Inc.
P. O. Box 338
ATHENS, OHIO 45701

Non Profit Org.
U.S. POSTAGE
PAID
ATHENS OHIO
PERMIT NO. 143

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ⁂ عَسٰٓى اَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا
روزنامہ الفضل ربوہ
(ایڈیٹر) نسیم سیفی
رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵۴
فون ۴۴۹
جلد ۴۲/۷۳ سوموار ۷ اربیع الثانی ۱۴۰۹ھ ۲۸ نبوت ۱۳۶۷ہش ۲۸ نومبر ۱۹۸۸ء نمبر ۱

"دیکھو میرے دوستو! اخبار شائع ہوگیا"
(الہام سیدنا حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ) (تذکرہ صفحہ ۵۸۹)

اخبار احمدیہ

لندن سے آمدہ اطلاعات کے مطابق سیدنا حضرت مرزا طاہر احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کی صحت خدا تعالیٰ کے فضل سے اچھی ہے اور حضور تمام احباب جماعت کو محبت بھرا

السلام علیکم
ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
بھجواتے ہیں۔

الفضل کے دوبارہ اجراء پر حضرت امام جماعت احمدیہ کا خصوصی پیغام

صبحِ نو کی بشارت اور دعاؤں کی تلقین

جماعت احمدیہ نے تکلیفوں کا جو لمبا زمانہ بڑے صبر سے برداشت کیا ہے اور اب تک برداشت کرتی چلی جارہی ہے اس سے بکثرت احمدیوں کو جو اصلاحِ نفس کی توفیق ملی ہے اور تعلق باللہ میں اضافہ ہوا ہے وہ بلاشبہ اس ابتلاء کا ایک عظیم پھل ہے۔ مگر میں اللہ کی رحمت سے بھاری امید رکھتا ہوں کہ انشاءاللہ تعالیٰ اس ابتلاء کی یہ رات جلد ختم ہوگی اور خدا تعالیٰ کی رحمتوں اور برکتوں کی ایک نئی صبح ضرور طلوع ہوگی۔ کچھ لوگ بہرحال کوشش کریں گے کہ اس راہ میں روڑے اٹکائیں اور دن کا راستہ روک دیں مگر

ع بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے؟

ابتلاء کے اس نہایت تکلیف دہ دور نے جہاں ہمیں خدمتِ دین کی نئی نئی راہیں دکھائیں، اور اصلاحِ نفس کے نئے نئے طریق سمجھائے اور ہم نے خدا تعالیٰ سے اپنے تعلق کو مضبوط تر ہوتے ہوئے دیکھا وہاں بلاشبہ دنیا کے ہر قسم کے مظلوموں کے ساتھ پہلے سے بڑھ کر ہمدردی کے جذبات ہمارے دلوں میں پیدا ہوئے اور آج ہم پہلے سے بڑھ کر بنی نوع انسان کی سچی اور گہری ہمدردی اپنے دل میں پاتے ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ نئے دور میں ہمیں حقوق اللہ و حقوق العباد کو پہلے سے بڑھ کر ہمت اور طبعی جوش کے ساتھ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم ہمیشہ مظلوموں کا ساتھ دینے والے ہوں اور کبھی ظالموں کیساتھ ہمارا شمار نہ ہو الفضل جس صبحِ صادق کا پیغام لیکر آج آپکے ہاتھوں تک پہنچا ہے اللہ تعالیٰ اسے جلد تر روزِ روشن میں تبدیل فرمادے اور تمام دنیا اللہ تعالیٰ کی توحید اور حضرت محمد مصطفےٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلَّم کی حقانیت کے نور سے روشن ہوجائے۔ آج کے دن خدا تعالیٰ کے حضور اظہارِ تشکر کے ساتھ اسیرانِ راہِ مولیٰ کو بھی اپنی دعاؤں میں خصوصیت سے یاد رکھیں اور ان کے تعلق میں دنیا بھر کے مظلوموں اور اسیروں کو بھی یاد رکھیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمارے عزیز ملک سے ہر قسم کی ظالمانہ پابندیاں اٹھا دے اور خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو جو صلاحیتیں بخشی ہیں ان کو زنجیریں پہنانے والوں کے ہاتھ شل کردے اور اپنی قدرت کے قوی پنجے سے ان زنجیروں کو توڑ دے اور اہلِ پاکستان ہی کو نہیں تمام بنی نوع انسان کو خدا تعالیٰ اپنے فضل سے حقیقی آزادی نصیب کرے۔ ان کے اجسام کو ہر قسم کی آمریت کے تسلط سے اور ان کی روحوں کو ہر نوع کے شرک اور شر کے غلبہ سے دائمی نجات بخشے۔ (آمین) خدا کرے کہ اب ہر دن ہمارے لیے نئی خوشیاں لیکر طلوع ہو اور ہر رات رضائے باری کی نئی اور دائمی لذتیں لیکر آئے۔ آپ سب کو الفضل کی اشاعت نو مبارک ہو۔ (آمین)

والسلام خاکسار مرزا طاہر احمد

جماعت احمدیہ کا
۹۲ واں جلسہ سالانہ

سیدنا حضرت امام جماعت احمدیہ کی اجازت سے اعلان کیا جاتا ہے کہ امسال جماعت احمدیہ کا ۹۲ واں سالانہ جلسہ
۲۶، ۲۷، ۲۸ فتح ۱۳۶۷ہش / دسمبر ۱۹۸۸ء
بروز پیر، منگل، بدھ ربوہ میں منعقد ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔
احباب اس بابرکت جلسہ کی کامیابی کیلئے دعائیں جاری رکھیں۔ (ناظر اصلاح وارشاد مرکزیہ)

کرتے ہیں کہ تقوی اختیار کریں اور استغفار سے کام لیں اور خدا کے مقرر کردہ امام کے خلاف بے باکی چھوڑ دیں تاکہ آپ خدا کی ناراضگی سے بچیں اور اب تک خداتعالیٰ نے جو تائیدی نشان ظاہر فرمائے ہیں ان سے عبرت حاصل کریں مباھلہ کا لب لباب تو یہ ہے کہ دوسرے فریق کا جھوٹ دنیا پر ظاہر ہو جائے اگر آپ نے بقیہ امور کے متعلق ضد کا مظاہرہ کرنے کا فیصلہ بھی کر لیا ہو تو بھی مخالف علما کے اس جھوٹ کا آپ کیا عذر پیش کریں گے جس کا مباھلہ میں ذکر ہے اور وہ جھوٹ سب کے سامنے طشت از بام ہو چکا ہے۔ یعنی جماعت احمدیہ اور امام جماعت احمدیہ پر اسلم قریشی کے قتل کا الزام اگر آپ اس تنبیہ کے باوجود بھی دھوکہ دہی سے باز نہ آئے اور عوام پر یہ تاثر ڈالا کہ آپ مباھلہ کا چیلنج دے رہے ہیں اور گویا ہم راہ فرار اختیار کر رہے ہیں' تو ہماری دعا ہے کہ خداتعالیٰ آپ کے اس فعل کو مباھلہ کی قبولیت کے مترادف سمجھتے ہوئے آپ کے متعلق اپنا قہری نشان ظاہر فرمائے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆
★★★★★★★★★★★

پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے الہامی الفاظ

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذرّیت و نسل ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس رُوح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے، وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کیساتھ آئے گا، وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کریگا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دو شنبہ ہے مبارک دو شنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَالْعُلَاءِ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نُور۔ جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اُٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء منقول از تبلیغ رسالت جلد اول صفحہ ۶۰)

بقیہ ص۲ سے

لعنتوں کو ان پر لعنتیں بنا کر برسائے جو لعنت ڈال رہے ہیں ان پر، نہ کہ باقی غریبوں مظلوموں اور بیچاروں پر جن کو کچھ پتہ نہیں کہ احمدیت کیا ہے اور انکی ہر لعنت ہم پر خدا کی رحمتوں اور برکتوں کے پھول بن کر آج بھی برسے اور کل بھی برسے اور آئندہ ہمیشہ برستی رہے۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین۔

کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

بشارت دی کہ اِک بیٹا ہے تیرا
جو ہوگا ایک دِن محبُوب میرا

کروں گا دُور اس مہ سے اندھیرا
دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا

بشارت کیا ہے اِک دِل کی غذا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

چاہیے کہ ہر ایک صبح تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے تقویٰ سے رات بسر کی اور ہر ایک شام تمہارے لئے گواہی دے کہ تم نے ڈرتے ڈرتے دن بسر کیا (کشتی نوح)

ص ۱ سے

ایک اور صورت پیش کرتے ہیں گویا کہ
نعوذ باللہ وہ پیروی کر رہے ہیں ہماری اور
ہم بھاگ رہے ہیں حالانکہ ہم ان کے پیچھے
جا رہے ہیں ہم تو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم
کہہ چکے ہیں جو کہنا ہے خدا کے حضور، لعنت
ڈال چکے ہیں جھوٹوں پر، تمہیں جرأت ہے
تم بھی ڈال کے دکھا دو یہ بات تھی صرف
لیکن دنیا کو دھوکہ دینے کی خاطر احمدیت شائع
اس خیال سے کہ ہم اس بات کو مانیں گے
نہیں انہوں نے یہ ایک مضمون شائع کر کے
سب جگہ بھجوایا صرف ہمیں نہیں بھجوایا اس
سے مجھے یہ شبہ اور قوی ہوتا ہے کہ ان کی
نیت یہ تھی کہ ان کو پتہ ہی نہ لگے غیر احمدیوں
میں تقسیم ہو گیا مضمون، ہمیں نہیں بھجوایا
گیا اور مضمون یہ تھا کہ ہم ۲۴ دسمبر کو جو جمعہ
ہے اس میں آپ کو دعوت دیتے ہیں کہ
مشارکت مکانی نہیں تو مشارکت زمانی
کر لیں یہ مولویانہ محاورہ ہے، مراد یہ
ہے کہ آپ ایک جگہ نہیں اکٹھا ہونا چاہتے
تو ایک وقت میں اکٹھے ہو جائیں اور کوئی
وقت مقرر کر لیں۔ کوئی تقریباً تین چار روز
کی بات ہے مجھے چوہدری عبد الرشید صاحب

آکے ملے کچھ پریشان سے تھے کہ ہمیں تو پتہ
ہی نہیں لگا یہ تو بڑی دیر سے یہ لوگ شائع
کرتے پھر رہے ہیں اور کافی عرصہ ہو گیا ہے تو
ہمیں کیا کرنا چاہئے میں نے کہا کہ فوراً ان سے
رابطہ کرو اور کہو کہ ہمیں منظور ہے۔ اگرچہ
ہمارا موقف یہی ہے کہ اس قسم کی جو انہوں نے
مشارکتیں بنائی ہوئی ہیں اس کی ضرورت
نہیں بلکہ صرف اتفاق کی ضرورت ہے ذہنی
طور پر کہ ہم خدا کے حضور اپنا سب کچھ اپنے
مال و دولت، اپنی عزتیں اپنے بچے اپنے مرد
اپنی عورتیں لے کر حاضر ہو جاتے ہیں یہ نہیں
کسی خاص جگہ پر ان سب کو سمیٹ کر
گملوں کی طرح حاضر ہو رہے ہیں بلکہ خدا
کے حضور پیش کر رہے ہیں اور یہ عرض کرتے
ہیں کہ اے خدا اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر
لعنت کر اور اگر ہمارے دشمن جھوٹ بول رہے
ہیں اور ظلم سے باز نہیں آ رہے تو ان پر لعنت
کر، یہ مضمون ہے جس کی رو سے ہم تو مباہلے
میں داخل ہو چکے ہیں لیکن چونکہ آپ کا
اصرار ہے اور آپ اسکو تماشہ بنانا چاہتے
تھے ہمیں بتائے بغیر، دراصل یہ ثابت کرنا
چاہتے تھے دوسروں پر کہ یہ پھر بھی بھاگ

گئے ہم نے یہاں تک رعایت کی اور پھر بھی
انہوں نے تسلیم نہیں کیا اس لئے ہم اسکو
اسی طرح تسلیم کرتے ہیں اور اس مشارکت
زمانی کے ساتھ اب وقت مقرر کر لو اور
ہم بھی آتے ہیں میدان میں اور تم بھی میدان
میں نکلو اب ان کیلئے بھاگنے کی راہ کوئی
نہیں تھی کیونکہ وہ جو شرائط پیش کر چکے
تھے ہم مان گئے لیکن آخری وقت میں
ایک چالاکی انہوں نے کر لی ہے جنگ میں
جو خبر شائع ہوئی ہے اگر وہ درست ہے
تو اسکی رو سے انہوں نے آخری چالاکی
بچنے کیلئے یہ کی ہے کہ ہم چونکہ ہیں ہی سچے
اس لئے ہم اپنے اوپر لعنت نہیں ڈالینگے
بلکہ صرف احمدیوں پر لعنت ڈالینگے یعنی
قادیانیوں کے خلاف لعنتیں ڈالینگے
کہ اللہ ان کو ساری دنیا میں برباد کر دے
ذلیل و رسوا کر دے کچھ نہ ان کا چھوڑے
ان کے گھر بار کو آگ لگا دے وغیرہ وغیرہ
لیکن تو سنتے کو سیں گے لیکن قرآن کی زبان
میں لعنت اللہ علی الکاذبین
نہیں کہیں گے کیونکہ ہم تو ہیں ہی سچے۔
عجیب بات ہے کہ اگر سچے ہیں تو

کاذبین کی لعنت تم پر کس طرح پڑ جائے گی؟ تمہیں یہ یقین کیوں نہیں ہے کہ جب ہم کہینگے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین تو خدا تمہیں معاف کردے گا کیونکہ تم جھوٹے نہیں ہو دل بتا رہے ہیں کہ جھوٹے ہیں اور اس لئے اس نے فرار کی یہ راہ اختیار کی ہے کہ ہم تو کہہ دینگے کہ ہم نے اپنے اوپر لعنت ہی نہ ڈالی تھی اے خدا یہ کیا بات ہے ہم نے تو مرزائیوں قادیانیوں کے اوپر لعنت ڈالی ہے ان پر لعنت ڈال ہم پر نہ ڈالنا، ہمیں جھوٹ کی اجازت ہے۔ دوسرا ایک عجیب تمسخر ہے مباہلے سے بلکہ ظلم ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ہتک ہے اور خدا کی شدید گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہ وسلم کو فرمایا کہ اپنے مقابل جھوٹوں کے پاس جاؤ اور انکو یہ کہو کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین میں بھی کہتا ہوں تم بھی کہو تاکہ جو فریق جھوٹا ہے خدا اس پر لعنت ڈالے کیا نعوذ باللہ من ذٰلک حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی صداقت کا یقین نہیں تھا اس یقین کے باوجود کیا خدا کو علم نہیں تھا کہ سب کاذبات میں سب سے بڑا سچا محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے تو پھر آپ کو کیوں کہا کہ یہ لعنت ڈال لو۔ اس لعنت کی طرف دعوت دو کہ لعنت اللہ علی الکاذبین جو بھی فریق جھوٹا ہے خدا کی لعنت اس پر پڑے تو ایسے جاہل ہیں اپنی نجات کیلئے اگر ان کو خدا اور رسول پر بھی حملے کرنے پڑیں تو اپنی فرار کی راہیں یہ ضرور نکال لیں گے اور دنیا کے سامنے اپنی عزت بچانے کی کوشش کرینگے مگر چونکہ یہ فرار کی راہ نکالنا بذات خود ایک ملعون فعل ہے ایسی ذلیل قیمت ان کو دینی پڑی ہے اس نجات کی راہ نکالنے کی خاطر کہ یہ خود اپنی ذات میں خدا کے نزدیک ایک کبیرہ گناہ ہے۔ اسطرح مباہلے کے مضمون کو توڑ مروڑ کے خواہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آئے خدا کی آپ سے محبت اور غیرت پر حرف آئے انہوں نے اپنی فرار کی راہ ضرور نکال لینی ہے اس لئے میں امید رکھتا ہوں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ جتنی لعنتیں یہ ہم پر ڈالینگے ساری لعنتیں الٹ کر ان پر پڑینگی اور جتنی لعنتیں یہ ہم پر ڈالیں گے وہ ساری رحمتوں کے پھول بن کر جماعت پر برسینگی اس لئے میری تو یہ دعا رہی ہے خواہش رہی ہے کہ کثرت سے لوگ ان کے ساتھ مل کر لعنتیں ڈالیں تاکہ میں نے نہ خود یہ دعا کی ہے نہ جماعت کو ایسی دعا کیلئے کہا ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک تمام غیر احمدی مسلمانوں پر لعنتیں ڈالیں، ہرگز نہیں اور امید ہے میرا پیغام آپ کو سردست عطاء المجیب صاحب نے پہنچا دیا ہوگا کہ آپ نے ہرگز یہ دعا نہیں کرنی مقابل پر کہ اللہ سارے غیر احمدیوں پر نعوذ باللہ من ذلک لعنت ڈالے بلکہ یہ دعا کرنی ہے کہ ان لعنت ڈالنے والوں پر ان کی لعنتیں پڑیں اور یہ دعا جو ہے کسی انتقامی کاروائی کی وجہ سے نہیں ایک مجبوری ہے اس سے ایک خیر کی راہ نکلتی ہے۔ مباہلے کا ایک پہلو یہ ہے جس کی طرف میں آپ کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں کہ وہ دشمن جو معاندین کے سرکردہ امراء اور بڑے بڑے لیڈر جو دراصل ہدایت کی راہ روکے کھڑے ہیں اور تمام عوام الناس بیچارے دنیا میں ہر جگہ اس لئے احمدیت میں داخل نہیں ہوسکتے کہ انہوں نے آگے دروازے

بند کئے ہوئے ہیں، احمدیت جو ہے جس قسم
کی حقیقت ہے جو سچائی ہے جو پیغام ہے اگر
بعینہ اسی طرح بغیر مبالغے کے اور بغیر اسکو
توڑے مروڑے آج عوام الناس کے سامنے
آپ رکھ دیں تو آپ دیکھیں گے کتنا عظیم
الشان اس کا نتیجہ اور اثر ظاہر ہوتا ہے
بہت سے لوگ جن کو مباہلہ کا اشتہار دیا
گیا یہ پڑھ کر احمدی ہوئے انہوں نے کہا کہ
ہمیں آج پتہ لگ رہا ہے کہ سچے عقیدے
آپ کے کیا ہیں اور جس طرح جرأت کے
ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور یہ عرض کیا گیا ہے
کہ اے خدا اگر ہم جھوٹے ہیں تو ہم پر لعنت
ڈال۔ سچوں کو تو یہ توفیق مل سکتی ہے
جھوٹوں کو نہیں مل سکتی اس لئے بہت سے لوگ
مباہلہ کی اس تحریر کو پڑھ کر احمدی ہوگئے
ہیں۔ بہت سے دوسرے ہیں جن کو یقین
نہیں آیا لیکن انکی گمراہی کی وجہ دراصل
مولویوں کا یہ جھوٹا پراپیگنڈا ہے۔ تو یہ وہ
دروازے ہیں جو ہر احمدیت کی طرف آنے والی
ہر راہ پر قائم کر دیئے گئے ہیں اور انہیں تالے
لگا دیئے گئے ہیں کہ اس راہ سے گذر کر تمہیں
احمدیت میں داخل نہیں ہونے دینا مباہلے

کے نتیجے میں یہ دروازے ٹوٹا کرتے ہیں اور
ان پر جب لعنت پڑتی ہے تو عبرت کا مضمون
کھل کر دنیا کو سمجھ آتا ہے کہ عبرت کس کو کہتے
ہیں اسلئے نہیں کہ ان کے دروازے ٹوٹنے
پر ہمیں خوشی ہوگی بلکہ اس لئے کہ وہ دروازے
جو حق کی راہ روکے کھڑے ہیں ان دروازوں
کیلئے ٹوٹنا ہی بہتر ہوا کرتا ہے اسلئے اگر یہ
کھل نہیں سکتے، محبت اور دلیل دروازہ
کھولنے کیلئے استعمال کی جایا کرتی ہے۔
قفلوں کے اندر چابی کے طور پر کام کرتی
ہے لیکن قرآن کریم فرماتا ہے کہ بعض دل
ایسے ہیں جن پر تالے ایسے پڑے ہوتے
ہیں جن کی کوئی چابی نہیں ہوا کرتی اندھے
اور بہروں کی طرح ہو جاتے ہیں۔ پس مباہلہ
کا مطلب یہ ہے کہ اے خدا ان دروازوں
کو توڑ دے ان تالوں کے ٹکڑے ٹکڑے کر
دے اور دین کی ترقی اور سچائی کی ترقی
کی راہیں کشادہ کر دے تاکہ سب لوگ
جوق در جوق ان راہوں سے صداقت
میں داخل ہو سکیں۔ پس یہ وہ دعا ہے
جو آپ کو کرنی چاہئے اور مجھے یقین ہے کہ یہ
ایک نیا IMPECTS مل گیا ہے اس

سے مباہلے کو، تو گویا چھ ماہ گذر گئے
اور اگلے چھ ماہ کیلئے دوبارہ متوجہ کرنے کیلئے
جماعت کو اللہ تعالیٰ نے یہ سامان فرما دیا
ہے اور میں امید رکھتا ہوں کہ جس طرح پہلے
٦ ماہ میں خدا تعالیٰ نے عظیم الشان نشان
دکھائے ہیں اور حیرت انگیز تاریخی نوعیت
کے نشان دکھائے ہیں اسی طرح انشاء اللہ
یہ باقی چھ ماہ بھی بلکہ اس کے بعد بھی اگلا
سارا سال اور اگلی صدی۔ پوری کی پوری
صدی بھی اس مباہلے کی برکتوں کے پھل کھاتی
رہے گی پھر آئندہ اگلی صدی کے لئے خدا تعالیٰ
جن کو مباہلوں کیلئے کھڑا کرے گا پھر انشاء اللہ
ان کی دعاؤں کے پھل اگلی صدی کو بھی ملتا
کرے گا لیکن مجھے یقین ہے کہ یہ مباہلہ ایک
سال کا یا دو سال کا، یا تین سال کا
مباہلہ نہیں یہ خدا تعالیٰ نے ایسے موقعہ پر
بنایا ہے کہ اسکی رحمتیں اور اسکی برکتیں
اور اسکے پھل اگلی صدی میں آنے والی
ساری مخلوق کو عطا ہوتے چلے جائیں گے
جو خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کے ساتھ
صداقت کو قبول کرے گی پس اللہ تعالیٰ ہماری
دعاؤں کو قبول فرمائے اور انکی سب

باقی صـ ٣ پر

پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری کے کھلے خط میں پوشیدہ مغالطے

مکرم حافظ مظفر احمد صاحب

علامہ طاہر القادری صاحب کی طرف سے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد کے نام ایک کھلا خط اخبارات میں شائع ہوا ہے۔ اور ایک ٹریکٹ کی شکل میں گردش میں ہے کھلے خطوط میں خطاب بالعموم مکتوب الیہ سے زیادہ عوام الناس اور قارئین سے ہوتا ہے اور مقصد عوام کی توجہ اور مقبولیت حاصل کرنا ہوتا ہے علامہ موصوف نے بھی غالباً اس خیال سے کہ عوام الناس ہی اس کو پڑھیں گے اپنے خط میں درج کردہ حوالہ جات کی صحت اور ثقاہت پر زیادہ توجہ نہیں دی حوالہ جات کے درج کرنے میں ایسی کتر و بیونت ہوئی ہے جسے محض سہو سمجھ کر نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ موصوف کچھ عرصے سے پاکستان کے علمی حلقوں میں روشناس ہو کر نمایاں ہوتے ہیں اور اُن کے منقولی اور تدریسی علم کی وسعت کا جس قدر چرچا ہے اُس کے پیش نظر کسی تسامح یا علمی فروگزاشت کی توقع ان سے نہیں کی جا سکتی۔ اپنے اس مکتوب میں ہم چند ایسی ہی باتوں کی نشاندہی کرنا چاہتے ہیں جو پروفیسر صاحب کے علمی مقام سے مطابقت نہیں رکھتیں اور جن سے پروفیسر موصوف کے حُسنِ نیّت کے بارے میں کوئی خوشگوار تاثر قائم نہیں ہوتا۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ علمائے دین کے لئے علم و مذہب کے میدان میں اَدب پہلا قرینہ ہے موصوف ایک غیر متعصب اور معتدل عالم دین ہونے کا تاثر دینا چاہتے ہیں لیکن اپنے مکتوب کے آغاز ہی میں ادب و اخلاق کا دامن اُن کے ہاتھ سے چھوٹ گیا ہے اور وہ اپنے زورِ تحریر میں لاتنابزو بالالقاب (سورۃ حجرات) کے قرآنی حکم کو فراموش کر بیٹھے ہیں اور جماعت احمدیہ کو "مرزائیہ" کے نام سے یاد کیا ہے اور" من عبادہ العلماء" کا دعویٰ رکھنے کے باوجود خشیت و خوف کا پاس نہیں کیا۔

جہاں تک کھلے خط کے نفس مضمون کا تعلق ہے علامہ موصوف نے تعالوا کے معنی کرتے ہوئے تفاسیر کے حوالے سے جو استدلال کیا ہے وہ استدلال تو محل نظر ہے ہی مگر حوالہ جات کی کتر و بیونت اور بھی زیادہ قابل افسوس ہے تفسیر رُوح المعانی کا حوالہ علامہ نے پورا درج نہیں کیا اور اُس کا جو حصہ علامہ کے موقف کی امکانی طور پر نفی کر سکتا تھا اس کو حذف کر دیا ہے مثلاً علامہ نے رُوح المعانی کے حوالہ سے تعالوا کے معنی بیان کرتے ہوئے صرف یہ ادھورا فقرہ نقل کر دیا کہ" اَصلہٗ طلب الاقبال" حالانکہ رُوح المعانی کی پوری عبارت تعالوا کی تفسیر میں یوں ہے۔

اقبلوا بالرائی والعزیمۃ واصلہ طلب الاقبال (رُوح المعانی جزء ثالث مطبوعہ مصر صفحہ ۱۶۶)

یعنی اس جگہ تعالوا میں رائے اور عزم و ارادہ کا مطالبہ ہے ذہنی آمادگی اور توجہ چاہی گئی ہے۔

پروفیسر موصوف نے " بالرائی والعزیمۃ" کے الفاظ کیا عمداً اس لئے چھوڑ دیئے کہ اس سے جماعت احمدیہ کے اس موقف کی تائید ہوتی ہے کہ تعالوا کلمۂ دعوت ہے اور ذہنی آمادگی اور تیاری کے اظہار کے لئے استعمال ہوتا ہے علامہ موصوف کی نظر سے تفسیر کشاف مدارک التنزیل تفسیر خازن اور تفسیر قاسمی پوشیدہ نہیں ہوں گی۔ اور ہم علامہ سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ یہ تفاسیر نہ صرف اُن کی نظر سے گزری ہوں گی بلکہ باقاعدہ ان کے زیر مطالعہ رہتی ہوں گی۔ اگر نہیں بھی گزریں تو اس موضوع پر قلم اُٹھانے سے پہلے تحقیق کے نقطۂ نظر سے جملہ تفاسیر کو ایک نظر دیکھ لینا تحقیق کا کم از کم تقاضا تھا اور علامہ کے لئے لازم تھا کہ وہ اپنے قارئین کو اعتماد میں لیتے اور ان کے مکمل حوالے بھی قارئین کے سامنے پیش کرتے اور اگر ان تمام مفسرین سے علامہ کو علمی اختلاف تھا تو اس کا ذکر فرماتے اور دلائل کے زور سے اپنے نقطۂ نظر کو ثابت کرتے اور ان بزرگان سلف کی مذعومہ غلطی عوام پر واضح کرتے لیکن تفسیر روح المعانی کا ادھورا حوالہ درج کر کے یہ تاثر دینا کہ گویا اہل علم کی یہی رائے ہے اور دوسرا کوئی نقطۂ نظر موجود ہی نہیں علمی دیانت کے تقاضوں کے منافی ہے۔ ملاحظہ فرمایئے علامہ زمخشری لکھتے ہیں:۔

ا۔ " تعالوا ھلموا والمراد المجیٔ بالرائی والعزم کما تقول تعال نفکر فی ھذہ المسئلہ

کہ تعالوا کے معنی ہیں آؤ اور مُراد رائے اور ارادہ کے لحاظ سے آنا ہے جس طرح ہم کہیں کہ آؤ ہم اس مسئلہ پر غور و فکر کریں۔ (تفسیر کشاف جُزء اوّل صفحہ ۳۷۴ مطبوعہ مصر ۱۳۴۳ سنہ ھ)

ب۔ تفسیر مدارک میں علامہ ابوالبرکات عبداللہ بن احمد النسفی (۷۰۱ھ) فرماتے ہیں:۔

" تعالوا۔ ھلموا والمراد المجیٔ بالعزم والرائی" (مدارک التنزیل جُزء اوّل صفحہ ۱۲۵ مطبع حسینیہ مصر ۱۳۴۴ھ)

یعنی رائے اور عزیمت کے لحاظ سے آؤ (آمادگی ظاہر کرو)

ج۔ علامہ علی بن محمد الخازن تعالوا کے معنی کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

" تعالوا ھلموا والمراد المجیٔ بالعزم والرائی کما تقول نفکر فی ھذہ المسئلۃ"

کہ آیت مباہلہ میں تعالوا کے معنی ہیں آؤ اور مراد رائے اور عزیمت ہے۔ جیسے ہم یہ محاورہ بولتے ہیں کہ آؤ ہم اس مسئلہ کے بارہ میں غور کریں۔ (تفسیر خازن جلد اوّل زیر آیت مباہلہ)

د۔ علامہ جمال الدین قاسمی (۱۳۳۲ھ) فرماتے ہیں:۔

" تعالوا ای اقبلوا ایھا المجادلون الی امر یعرف فیہ علو الحق وسفول الباطل"

یعنی اے جھگڑنے والو! ایسے معاملہ کی طرف آؤ جس کے ذریعہ حق کی علوشان اور باطل کی پستی ظاہر ہو (تفسیر قاسمی محاسن التاویل جزء ۴ صفحہ ۱۱۲ دار الفکر بیروت)

قرآن شریف میں آیت مباہلہ کے علاوہ سات مقامات پر تعالوا کا لفظ استعمال ہوا ہے جو بالعموم آمادگی رائے اور توجہ ذہنی طلب کرنے کے لئے ہی آیا ہے۔ جیسے:۔

ا۔ تعالوا الی کلمۃ سواء بیننا وبینکم (آل عمران: ۶۵)

کہ اے اہل کتاب اس کلمہ کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے۔

ب۔ قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم ان لا تشرکوا بہ شیئاً (الانعام: ۱۵۲)

کہ کہہ دے آؤ میں تم کو وہ پڑھ کر سناؤں جو تمہارے ربّ نے تم پر حرام کیا کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔

ج۔ وَاذا قیل لھم تعالوا الی ما انزل اللّٰہ (نساء: ۶۲، المائدہ: ۱۰۵)

اور جب اُن کو کہا جاتے کہ اس کی طرف آؤ جو اللہ نے اُتارا ہے۔

اِن آیات قرآنی کے سادہ ترجمے سے بھی صاف ظاہر ہے کہ تعالوا میں ہر جگہ دعوت الی المکان کے معنی لازمی نہیں بلکہ بالعموم توجہ طلبی یا کسی امر پر آمادگی کے معنے ہوتے ہیں چنانچہ علامہ راغب اصفہانی نے بھی تعالوا کے دو معنے کئے ہیں۔

۱۔ دعوت الی المکان

۲۔ عزّت کے ساتھ بلانے کے لئے تعالوا کا لفظ استعمال ہوتا ہے کیونکہ یہ علو سے ہے اور مراد علو مرتبت ہے۔

خود امام راغب کے نزدیک آیت مباہلہ کے لفظ تعالوا میں عزّت و شرف سے (ایک امر کے فیصلہ کی طرف مدِ مقابل کو) دعوت دی گئی ہے۔

پروفیسر موصوف نے اپنے استدلال کا دوسرا حصّہ "مذعُ" پر قائم کیا ہے اس بارے میں

بھی جب ہم مفسرین کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ اُنکے نزدیک "ندع" میں بھی دعوتِ مباہلہ کیلئے ہے کسی میدان میں جمع ہونے کے لئے نہیں چنانچہ علامہ زمخشری لکھتے ہیں۔

ا۔ "ای یدع کلّ منّی ومنکم ابناءہ ونساءہ ونفسہ الی المباھلۃ"

کہ ہم میں سے اور تم میں سے ہر ایک شخص اپنے آپ کو اور اپنے سب بیٹوں اور عورتوں کو مباہلہ (یعنی تضرع و ابتہال) کی طرف بلائے۔ (تفسیر کشاف مطبوعہ مصر جزء اول صفحہ ۱۴۴)

ب۔ علامہ محمود آلوسی (د۔ ۱۲۷۰ھ) فرماتے ہیں۔

"یدع کلّ منا ومنکم ابناءہ ونساءہ ونفسہ للمباھلۃ"

کہ ہم میں سے اور تم میں سے ہر ایک فرد اپنے بیٹوں۔ عورتوں اور اپنے آپ کو مباہلہ (یعنی تضرع و ابتہال) کی طرف بلائے (تفسیر روح المعانی مطبوعہ مصر جزء ۳ صفحہ ۱۶۶)

ج۔ علامہ ابوحیان فرماتے ہیں۔

"یدع کل منی ومنکم ابناءہ ونساءہ ونفسہ الی المباھلۃ" (بحر المحیط مطبوعہ مصر جزء ۲ صفحہ ۴۷۹)

یعنی مجھ سے اور تم میں سے ہر شخص اپنے بیٹوں۔ عورتوں اور اپنے آپ کو مباہلہ (یعنی دُعا اور تضرع و ابتہال) میں شریک کرے گویا ان مفسرین کی متفقہ رائے یہ ہے کہ ندعُ کے معنی ندعُ الی المباہلہ کے ہیں بلانا کسی جگہ یا مقام کی طرف نہیں بلکہ مباہلہ کی طرف بلانا ہے۔

د۔ یہی معنے علامہ نسفی نے مدارک میں علامہ خازن نے لباب التاویل میں اور علامہ قاسمی نے تفسیر قاسمی میں کئے ہیں اب صاف ظاہر ہے کہ جب مباہلہ کی شرط نصّ صریح سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ فریقین کے جملہ مرد بچے اور عورتیں اس میں شریک ہوں تو یقیناً اس سے مراد دُعا میں اور تضرع و ابتہال میں شرکت ہی ہو سکتی ہے نہ کہ کسی مکان یا میدان میں۔

آیت مباہلہ کا تیسرا اہم حصہ ثُمّ نبتہل ہے۔ جس کے معنے جملہ مفسرین کے نزدیک دُعا تضرع اور ابتہال کرنے کے ہیں یاد رہے کہ یہ لفظ باب افتعال سے ہے جس میں تعدیہ سے زیادہ لازم کے معنے غالب ہوتے ہیں اور مطاوعت پائی جاتی ہے اور باب مفاعلہ کی طرح اشتراک اس باب کا خاصہ نہیں۔ حیرت ہے کہ پروفیسر موصوف جن کے پاس ضائع کرنے کے لئے وقت نہیں ہے قرآنی لفظ ابتہال کی بحث کو چھوڑ کر لفظ مباہلہ پر بحث کرنے میں وقت ضائع کیا ہے حالانکہ قرآن نے جب لفظ مباہلہ استعمال ہی نہیں کیا اور ابتہال کا لفظ استعمال کیا ہے تو اوّلیت اس لفظ کو دینی چاہیئے تھی اس لحاظ سے جب غور کیا جائے تو ابتہال ایک ایسا شخصی و انفرادی فریضہ ہے جس کی ادائیگی اپنی اپنی جگہ چھوٹی چھوٹی جماعتوں اور ٹولیوں میں اپنے جملہ افراد مردوں عورتوں اور بچوں کو جمع کر کے دُعا کرنے سے ہو سکتی ہے ثانوی طور پر لفظ مباہلہ پر بھی بے شک بحث ہو سکتی تھی مگر علامہ موصوف نے جب تسلیم کر لیا ہے کہ تحریری طور پر بھی مباہلہ ہو سکتا ہے تو اس بحث میں جانے کی اب چنداں ضرورت نہیں رہتی۔ الغرض خواہ لغوی اور نحوی نقطۂ نظر سے دیکھا جائے یا معقولی اور منقولی دلائل کی روشنی میں دیکھا جائے ثابت یہی ہو گا کہ مباہلہ میں ایک اجتماع پر فریقین کا رُوبرو ہونا ضروری نہیں ہمارے نزدیک مباہلے میں رُوبرو ہونا ایک ایسی شرط ہے جس سے مباہلہ محدود ہو جاتا ہے اور ایسے منکرین و مکذبین جو دُور دراز علاقوں میں آباد ہوں اور بالمشافہ مباہلہ سے معذور رہتوان سے یہ ممکن ہی نہیں رہتا جو قرآنی منشا اور خطاب عام کے خلاف ہے قرآن تو سب منکرین اور محاجین کو سرِ عام یہ دعوت دے رہا ہے کہ خواہ سامنے آکر یا اپنی جگہ رہتے ہوئے دُعا کا مقابلہ کر دیکھیں پر تاثیرِ دُعا اور قوتِ دُعا مشاہدہ کریں۔ پس مباہلہ میں رُوبرو ہونا نہ صرف مباہلہ کی بدرجۂ اتم صورت نہیں ہے بلکہ ایک محدود صورت ہے جس کا حصول بعض حالات میں ناممکن ہے۔ اور زبانی و تحریری مباہلہ ایسی وسعت رکھتا ہے جس سے منشاء الٰہی محدود نہیں ہوتا۔ اگر مباہلے کیلئے عالمی سطح پر کوئی طریق زیادہ اَولیٰ ہے تو وہ تحریری مباہلہ کا طریق ہی ہو سکتا ہے جو دُنیا کے کسی بھی کونے میں موجود معاندِ حق سے کیا جا سکتا ہے۔

جماعت احمدیہ اپنے آقا و مولیٰ حضرت محمد مصطفےٰ ؐ کے نقشِ قدم پر چلنے والی پُر امن جماعت ہے ہمارے آقا و مولیٰ نے حدیبیہ کے موقع پر جو صُلح کر لی اور عُمرہ نہ کیا تو کیا یہ کمزوری کی وجہ سے تھا؟ ہرگز نہیں یہ صرف اور صرف فتنہ و فساد سے بچنے کی خاطر تھا پس اگر ہمارے آقا فتنہ و فساد کے اندیشہ سے عُمرہ کی عبادت ترک کر سکتے ہیں تو ہم کیونکر مباہلہ کا ایسا طریق اختیار کریں جو یقینی اور حتمی طور پر فساد کا طریق ہے اور کیوں وہ پُر امن طریق اختیار نہ کریں جس کے جائز ہونے سے آپ کو بھی انکار نہیں۔ اب طاہر القادری صاحب بھی محض سیاسی مفاد اور سستی شہرت کی خاطر شورش اور ہنگامے کی راہیں تلاش نہ کریں۔ اپنے اندر حوصلہ پیدا کریں۔ مباہلہ پر دستخط کر کے لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ کر معاملہ خدا پر چھوڑ دیں۔

بقیہ صفحہ ۱۵ سے

یہ حالات بڑے دردناک ہیں اور ہمیں اس نہایت دردناک انجام پر ہرگز خوشی نہیں بلکہ فی الحقیقت دلی ہمدردی ہے لیکن افسوس کہ مولانا کی خود اپنی زبان سے مانگی ہوئی یہ وہ تقدیر تھی جس نے بہر حال پورا ہونا تھا۔ کیا بے نیلِ مرام موت کا نقشہ اس سے بہتر الفاظ میں کھینچا جا سکتا ہے۔

یہ تو تھی اس تاریخی مباہلہ کی حقیقت اور اسکا انجام۔ اب ہم ذرا حال کی طرف لوٹتے ہوئے اس امر کی بھی چھان بین کریں کہ آخر کیوں ان دنوں علماء اس قدر جوش و خروش سے مسلمان عوام الناس کے سامنے اس پرانے تاریخی مباہلہ کے حقائق کو توڑ مروڑ کر پیش کر رہے ہیں۔ آخر زمانہ حال کا وہ کونسا واقعہ ہے جس سے شدید خائف اور ہراساں ہو کر وہ سو سالہ پرانے اس مذکورہ مباہلہ کی چار دیواری میں قلعہ بند ہونے کی کوشش کر رہے ہیں۔

ایک سنسنی خیز روحانی مقابلہ
جسکا دور اکاون ۵۱ سال پر محیط ھے
کون جیتا کون ھارا؟
حقائق کی زبان بول رہی ہے۔

ان دنوں علماء کے ایک گروہ کی طرف سے بکثرت ایسے اشتہار اور رسائل تقسیم ہو رہے ہیں جن کا لب لباب یہ ہے کہ بانی سلسلہ احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان ایک ایسا مباہلہ ہوا تھا جس میں مرزا صاحب کو شکست فاش ہوئی۔

ان مضامین اور اشتہارات میں جو نہایت ہی غلیظ زبان استعمال کی جا رہی ھے اسکا معاملہ تو ہم بحوالہ خدا کرتے ہیں۔ ہاں صرف نفس مضمون کو ان چند سطور میں زیر بحث لا رہے ہیں تاکہ ایک منصف مزاج قاری جھوٹ اور سچ میں تمیز کر سکے۔ ان اشتہارات اور مضامین کا مرکزی نقطہ یہ ھے کہ حضرت مرزا صاحب نے اس مباہلے کے اشتہار میں جھوٹے کے انجام کی جو صورتیں تجویز کی تھیں۔ ان میں ایک صورت وبائی مرض ہیضہ کی بھی درج ھے۔ پس ان اشتہارات میں اس مرکزی نقطہ کو خوب ابھارنے کے بعد یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جاتی ھے کہ چونکہ (بقول ان کے) مرزا صاحب کی وفات وبائی مرض ہیضہ میں مبتلا ہو کر ہوئی اور وہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں وفات پا گئے جبکہ مولوی صاحب کو ان کے بعد ایک عمر دراز عطا ہوئی لہذا یہ دونوں امور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے سچے ہونے اور مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے پر مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

یہ بحث تو آگے آ رہی ھے کہ اس مباہلے کی نوعیت کیا تھی۔ یہاں صرف اتنا ذکر کر دینا ضروری ھے کہ یہ دعویٰ ہی سراسر جھوٹا اور بے بنیاد ھے کہ حضرت مرزا صاحب نے ہیضہ کی وبائی مرض سے وفات پائی۔ معلوم ہوتا ھے کہ الزام لگانے والوں کو یہ معمولی فرق بھی معلوم نہیں کہ اسہال اور ہیضہ دو مختلف بیماریوں کے نام ہیں۔ ہیضہ ایک انتہائی مہلک وبائی مرض ہے جو بڑی تیزی سے پھیلتا ھے اور یہ وبا اکثر برسات کے موسم میں پھوٹتی ہے۔ خشک گرمی کے زمانہ میں نہیں۔ اب تو اس پر بہت حد تک قابو پا لیا گیا ھے لیکن اس زمانہ میں جس کا ہم ذکر کر رہے ہیں، اسے ایک بہت بڑی آفت قرار دیا جاتا تھا اور حکومت کیطرف سے بڑی سختی سے انسدادی تدابیر پر عمل ہوتا تھا۔ اور ہرگز کسی ہیضہ کے مریض کی نعش ایک شہر سے دوسرے شہر منتقل کرنے کی اجازت نہیں تھی خصوصاً ریلوے کے ذریعہ تو ایسے مریض کی نعش کسی دوسرے شہر منتقل کرنا

محال تھا کیونکہ ریلوے حکام اسوقت تک اسکی اجازت نہ دیتے تھے جب تک سول سرجن کا سرٹیفکیٹ وجہ وفات کی تعین نہ کرے اور ہیضہ یا اس قسم کی خطرناک وبائی امراض کا وجہ وفات بننا خارج از امکان نہ ہو جائے۔

اب یہ اللہ تعالیٰ کا عجیب تصرف ہے کہ حضرت مرزا صاحب کا انتقال قادیان کی بجائے لاہور میں ہوا اور لاہور سے بٹالہ تک کا ساٹھ ۶۰ میل کا سفر بذریعہ ریل گاڑی کیا گیا۔ پس صرف یہی حقیقت اس ساری فرضی کہانی کو جھٹلانے کیلئے کافی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ مرزا صاحب کی وفات ہرگز ہیضہ کی وبائی مرض سے نہیں ہوئی۔ اب جو چاہے، ان من گھڑت قصوں پر یقین کرکے ایک فرضی فتح کے ڈھول بجاتا رہے۔ اس کا معاملہ خدا تعالیٰ کیساتھ ہے۔

آئیے اب ہم تاریخی شواہد کی روشنی میں اس مذکورہ مباہلہ کے خد و خال کا قدرے تفصیل سے جائزہ لیتے ہیں تاکہ معلوم کر سکیں کہ فی الحقیقت حضرت مرزا صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری میں سے کون سچا اور کون جھوٹا نکلا۔ صرف تقویٰ اور خدا خوفی شرط ہے۔ اگر انسان تعصب سے پاک ہوکر سچی نظر سے واقعات کا مطالعہ کرے تو حقیقت کو پالینا ہرگز مشکل نہیں۔ یہ جائزہ حسب ذیل تنقیحات کے مطابق کیا جارہا ہے۔

(۱) حضرت مرزا صاحب اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان مباہلہ کا پس منظر کیا ہے؟
(۲) مباہلہ کی دعوت کس نے دی تھی اور کس نے قبول کی یا انکار کیا؟
(۳) مباہلہ کی وہ کونسی شرائط تھیں جو فریقین کے درمیان واضح طور پر طے پاگئیں؟
(۴) ان شرائط کی روشنی میں خدا تعالیٰ کی تقدیر نے کیا ظاہر فرمایا؟

مباہلہ کا تاریخی پس منظر

سب سے پہلے مباہلہ کا چیلنج حضرت مرزا صاحب نے اپنی تصنیف "انجام آتھم" مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں دیا۔ (دیکھئے انجام آتھم روحانی خزائن جلد ۱۱ ص 45 تا 72)
اسوقت حضرت مرزا صاحب کی عمر 62 سال تھی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری 29 سال کی عمر کے جوان تھے۔

حضرت مرزا صاحب نے اسوقت کے جن علماء کو خصوصیت سے چیلنج دیا انکی فہرست بھی اسی اشتہار میں جو کتاب "انجام آتھم" کے ساتھ منسلک ہے شائع کی۔ اسی فہرست کے گیارہویں نمبر پر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کا نام لکھا ہوا موجود ہے۔

اسکے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب سالہا سال تک خاموش رہے۔ جب اس چیلنج کو تقریباً پانچ سال گزر گئے اور مولوی صاحب کے چیلنج نہ قبول کرنے پر مختلف احباب کیطرف سے ان پر دباؤ پڑنا شروع ہوا تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے پہلی بار کسی تحریر میں اس دعوت کو قبول کرنے کا ذکر کیا۔ اس تحریر کا تذکرہ حضرت مرزا صاحب نے اپنی کتاب "اعجاز احمدی" میں کیا ہے۔ جو ۱۹۰۲ء میں شائع ہوئی۔ آپ تحریر فرماتے ہیں:-

" مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کیلئے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے " (اعجاز احمدی ۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 121)

باوجود اس کے کہ اسوقت مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری عمر میں حضرت مرزا صاحب سے 33 سال چھوٹے تھے ۔ اور حضرت مرزا صاحب کی عمر اسوقت 67 سال کی تھی ۔ آپ نے اللہ تعالیٰ پر کامل توکل کرتے ہوئے اسی کتاب میں اس چیلنج کو قبول کرنے کا اظہار فرمایا لیکن ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا کہ :۔

" اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مر جائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے " (اعجاز احمدی ۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 148)

"مستعد ہوئے" کے الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف سے اس شرط کا اثبات طلب کیا جا رہا تھا ۔ تاکہ وہ کھلم کھلا اس شرط کو عامۃ الناس کے سامنے پیش کرکے اس بات کی تصدیق کر دیں کہ ہاں یہ شرط میری طرف سے ہی تھی اور میں اس پر قائم ہوں ۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو اس بات کا خدشہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری یہ شرط پیش کرنے کے بعد خود اس سے پھر جائیں گے ۔ اس لیئے آپ نے مزید وضاحت کرتے ہوئے اسی کتاب میں یہ تحریر فرمایا :۔

" یہ تو انہوں نے اچھی تجویز نکالی ۔ اب اس پر قائم رہیں تو بات ہے "

(اعجاز احمدی ۔ روحانی خزائن جلد 19 ص 122)

قارئین یاد رکھیں کہ یہ واقعہ 1902ء کا ہے اور یہ کتاب نومبر کے مہینہ میں طبع ہوئی ۔ اسکے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک کتاب بعنوان " الہامات مرزا " شائع کی جس میں مرزا صاحب کے اس چیلنج کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں :۔

" چونکہ یہ خاکسار نہ واقع میں، نہ آپ کی طرح نبی یا رسول، ابن اللہ، یا الہامی ہے اسلیئے ایسے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکتا "

اور مزید اس پر یہ اضافہ فرمایا :۔

" میں افسوس کرتا ہوں کہ مجھے ان باتوں پر جرأت نہیں اور یہ عدم جرأت میرے لیئے عزت ہے " (رسالہ الہامات مرزا ص 116 طبع ششم)

پس جہاں تک مولوی ثناء اللہ صاحب کیطرف سے پیش کردہ اس مبینہ شرط کا تعلق تھا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں ہلاک ہو قطعی طور پر آپ اس شرط سے پھر گئے اور حضرت مرزا صاحب کا یہ خدشہ سچا ثابت ہوا کہ ـــــ " اب اس پر قائم رہیں تو

بات ہے کہ قارئین یاد رکھیں کہ اسوقت حضرت مرزا صاحب کی عمر 67 سال کی تھی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ابھی 34 سال کے تھے۔

اس واقعہ پر مزید پانچ سال کا عرصہ گزر گیا مگر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کیطرف سے قبولیت یا عدم قبولیت کے بارہ میں مزید کچھ شائع نہ کیا گیا۔ لیکن 29 مارچ 1907ء کو ایک دفعہ پھر اپنے اخبار "اہلحدیث" میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباہلہ کی بات کی اور حسب ذیل الفاظ میں حضرت مرزا صاحب اور آپ کے ماننے والوں کو چیلنج دیا :-

" مرزائیو ! سچے ہو تو آؤ اور اپنے گرو کو ساتھ لاؤ..... اور انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کیلئے دعوت دی ہوئی ہے "
(اخبار اہلحدیث 29 مارچ 1907ء)

رسالہ انجام آتھم تو 1897ء میں طبع ہوا تھا۔ 1897ء کی تحریر مولوی ثناء اللہ صاحب کو دس سال بعد یاد آئی۔ آخر اسکی کیا وجہ ہے؟ انہوں نے کیوں دس سال اس سے گریز کیا؟ جس وقت چیلنج دیا گیا اسوقت تو خاموشی اختیار کی گئی۔ لیکن اس چیلنج کے حوالے سے دس سال بعد اسے قبول کرنا کیا معنے رکھتا ہے۔

بہر حال مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے دس سال بعد 29 مارچ 1907ء کو بالآخر اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرما دیا۔ لیکن ساتھ یہ شرط رکھ دی جسطرح آجکل کے علماء شرط رکھ رہے ہیں کہ :

" انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لیے دعوت دی ہوئی ہے " (اہلحدیث - 29 مارچ 1907ء ص 15)

معلوم ہوتا ہے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اس خیال سے دس سال کے بعد مباہلہ قبول کیا کہ چونکہ مرزا صاحب بہت معمر ہو چکے ہیں اور صحت بھی خراب ہے۔ اس لیئے اس خوف سے شاید یہ میرا مباہلہ کا چیلنج رد کر دیں گے۔ لیکن ان کو یہ خیال نہیں آیا کہ مباہلہ تو اللہ تعالیٰ کی منشاء پر اور اسکے توکل پر کیا جاتا ہے نہ کہ عمروں کے تخمینے لگا کر۔ پس یقیناً ان کو سخت حیرت ہوئی ہوگی جب حضرت مرزا صاحب نے بلا تردد اور بلا تاخیر ان کے مباہلہ کی دعوت منظور کرنے کا اعلان فرمایا۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو یہ جواب نہیں دیا کہ اب تمہارا دس سال کے بعد چیلنج قبول کرنا لغو ہے۔ جبکہ میں اپنی طبعی وفات کی عمر کے قریب تر ہو چکا ہوں بلکہ 4 اپریل 1907ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کی دعوت مباہلہ کے جواب میں اخبار بدر میں اس چیلنج کی منظوری کا اعلان شائع کیا اور پھر 15 اپریل 1907ء کو " مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کیساتھ آخری فیصلہ " کے عنوان سے ایک اشتہار شائع فرمایا۔ جو دراصل اس سارے مقابلہ میں انتہائی فیصلہ کن اشتہار ہے۔ اور کوئی سعید

فطرت سچائی کا طالب انسان اس اشتہار اور اسکے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے ردِ عمل کو نظر انداز نہیں کر سکتا۔

حضرت مرزا صاحب نے اس اشتہار میں مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس شرط کو قبول کرتے ہوئے جسکا ذکر پہلے گزر چکا ھے یہ دعا کی کہ اے خدا سچے کی زندگی میں جھوٹے کو ہلاک کر دے لیکن چونکہ مباہلہ یکطرفہ دعا سے قائم نہیں ہوتا بلکہ فریق ثانی کا اس شرط کو قبول کرنا بھی مباہلہ کا ایک جزو ھے اس لیئے حضرت مرزا صاحب نے اس دوسری شرط کو مکمل کرنے کی خاطر اسی اشتہار میں دو مطالبے کئے کہ

اول: اس اشتہار کو اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیں۔

دوم: جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں (یعنی اپنی شرطیں اس کے نیچے واضح طور پر لکھ دیں) اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ھے۔

اب یہ روحانی مقابلہ ایک انتہائی اہم فیصلہ کُن دور میں داخل ہو جاتا ہے حضرت مرزا صاحب تو اپنی طرف سے باوجود عمر میں بہت بڑا ہونے کے ایک دفعہ پھر اس بات پر آمادگی کا اظہار کر دیتے ہیں کہ یہ دعا کریں کہ خدا تعالیٰ جھوٹے کو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے لیکن فریق ثانی کو ساتھ ہی یہ حق دیتے ہیں کہ وہ اس کے جواب میں اپنی طرف سے جو شرطیں عائد کرنا چاہتا ھے اپنے اخبار میں چھپوا دے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مولوی ثناء اللہ صاحب نے دعا کے ان الفاظ پر صاد کرتے ہوئے اس تحریر کو شائع کر کے اس کے نیچے منظوری کے دستخط فرما دیئے اور حضرت مرزا صاحب کیساتھ مل کر یہی دعا کی کہ اے خدا جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دیدے یا اس کے سوا کوئی اور تجویز پیش کی۔

پس اب آخری فیصلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس ردِ عمل پر ہونا تھا جو اس تحریر کے بعد انہوں نے دکھایا۔ آیئے اب ہم دیکھیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس اشتہار کو شائع کرنے کے بعد اس کے نیچے کیا الفاظ تحریر فرمائے۔

حضرت مرزا صاحب کے 15 اپریل 1907ء والے اشتہار کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے 26 اپریل 1907ء کے اخبار اہلحدیث میں اس اشتہار کو شائع کر کے اس کے نیچے یہ تحریر لکھی جو آج کل کے علمائے انصاف اور دیانت کا خون کر کے مسلمان عوام الناس سے چھپا رہے ہیں حالانکہ یہ تحریر مرزا صاحب کی اس دعوت کے جواب میں تھی کہ اس اشتہار کو "اہلحدیث" میں شائع فرما کر جو

جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں۔ اس لحاظ سے اس نیچے لکھی ہوئی تحریر کو مباہلے میں ایک بہت بڑی اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اس اشتہار کے نیچے لکھتے ہیں:۔

"اوّل اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اسکو شائع کر دیا۔"

گویا مباہلے کی اس دعا میں جو مرزا صاحب نے تو کر دی تھی فریق ثانی بننا منظور نہیں کیا بلکہ اس بات پر ناراضگی کا اظہار کیا کہ منظوری کے بغیر کیوں ایسی دعا کی گئی۔

پھر اسی تحریر کے نیچے آپ نے حسب ذیل عبارت لکھی :-

"تمہاری یہ تحریر کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی۔"

نیز لکھا :- "اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے۔"

(اخبار اہلحدیث ، امرتسر 26 اپریل ۱۹۰۷ء صفحہ 5)

اسی پر بس نہیں بلکہ اسی اخبار میں حاشیہ میں نائب ایڈیٹر صاحب کی طرف سے حسب ذیل عبارت درج کی گئی جسکی بعد ازاں مولوی ثناء اللہ صاحب نے بھی تصدیق کی کہ :-

"خدا تعالیٰ جھوٹے ، دغا باز ، مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔"

پھر مزید لکھا :- "یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ ہی کوئی دانا اسکو منظور کر سکتا ہے۔"

(دیکھئے اخبار اہلحدیث 26 اپریل ۱۹۰۷ء)

پس جہاں تک حضرت مرزا صاحب کی دعائے مباہلہ المشتہر 15 اپریل ۱۹۰۷ء کا تعلق ہے اس شرط کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے ، مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے فریق ثانی بننے سے صاف انکار کر دیا اور اس کے برعکس یہ موقف اختیار کیا کہ جھوٹے کو سچے کے مقابل پر زیادہ مہلت اور لمبی عمر عطا ہوتی ہے۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب کے وصال تک بغیر کسی تبدیلی کے مولوی ثناء اللہ صاحب اسی موقف پر قائم رہے بلکہ اور بھی زیادہ سخت الفاظ میں اسکی توثیق کی ۔ چنانچہ اپنے رسالہ "مرقع قادیانی" اگست ۱۹۰۷ء میں حسب ذیل عبارت شائع کر کے اپنے جھوٹا ہونے پر ہمیشہ کیلئے خود اپنے ہاتھ سے مہر تصدیق ثبت کر گئے۔

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باوجود سچا نبی ہونے کے مسیلمہ کذاب سے پہلے انتقال ہوئے۔ مسیلمہ باوجود کاذب ہونے کے صادق سے پیچھے مرا .... مگر آخر کار چونکہ بے نیل مرام مرا اس لیے دعا کی صحت میں شک نہیں۔"

(مرقع قادیانی اگست ۱۹۰۷)

اب بتائیں کیا خدا کا خوف رکھنے والا سچائی کا طالب کوئی بھی انسان مولوی ثناء اللہ صاحب کی اس تحریر کے بعد ایک لمحہ کیلئے بھی یہ تصور کر سکتا ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی دعوت مباہلہ المشتہر 15 اپریل ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب نے اسی طرح قبول کر لیا تھا یا اس بات میں ادنیٰ بھی

شک کر سکتا ہے کہ اس اشتہار میں درج شدہ تجویز کے مطابق کہ اب آپ جو چاہیں اپنا موقف تحریر کر دیں دراصل اس بات پر مباہلہ کی منظوری دی کہ سچا، جھوٹے کی زندگی میں مرے گا نہ کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں۔

جہاں تک حضرت مرزا صاحب کا تعلق ہے آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی اس تجویز کو آخر تک رد نہیں کیا۔

مزید برآں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے یہ واضح کر دیا کہ جھوٹا نہ صرف یہ کہ سچے کے بعد زندہ رہے بلکہ بے نیل مرام اس دنیا سے رخصت ہو۔ پہلی شرط کا پورا ہونا تو بالکل واضح ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ انکی دوسری شرط بھی ان کے حق میں پوری ہوئی یا نہیں۔

چنانچہ اس دوسری شرط کے متعلق حسب ذیل حوالہ جات قابل غور ہیں۔ اخبار "الاعتصام" ۱۵ رجون ۱۹۶۲ء صفحہ ۱ پر لکھا ہے

"اگست ۱۹۴۷ء میں امرتسر نہایت قیامت صغریٰ کا نمونہ پیش کر رہا تھا۔ فسادات کے ہلاکت خیز طوفانوں نے مولانا کی اقامت گاہ کو اپنی لپیٹ میں لے لیا اور ہر چند کہ وہ اپنے دیگر عزیزوں کے ہمراہ سلامتی سے نکل آنے میں کامیاب ہو گئے لیکن ان کی آنکھوں کے سامنے ان کا جوان اکلوتا بیٹا عطاء اللہ جس بری طرح سے ذبح کیا گیا اُس نے ان کے قلب و جگر کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا"

مولوی عبدالمجید صاحب سوہدروی سوانح نگار مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اپنی کتاب سیرت ثنائی مطبوعہ مقبول عام پریس لاہور لکھتے ہیں۔

"آپ کا مکان کو چھوڑنا ہی تھا کہ بدمعاش لٹیرے جو اسی انتظار میں گھات لگائے بیٹھے تھے، ٹوٹ پڑے، اور تمام سامان نقدی، زیورات وغیرہ لوٹ کر لے گئے۔ اور اس لوٹ کھسوٹ کے بعد مکان کو بھی نذر آتش کر دیا۔ لٹیروں نے اسی پر بس نہیں کی۔ بلکہ آپ کا وہ عزیز ترین کتب خانہ جس میں ہزارہا روپے کی نایاب قیمتی کتابیں تھیں اور جن کو آپ نے بڑی محنت اور جانفشانی سے جمع کیا اور خریدا تھا جلا کر خاک کر دیں۔ کتابوں کے جلنے کا صدمہ مولانا کو اکلوتے فرزند کی شہادت سے کم نہ تھا۔ یہ کتابیں حضرت کا سرمایہ زندگی تھیں اور ان میں بعض تو اسقدر نایاب تھیں کہ ان کا ملنا ہی مشکل بلکہ ناممکن ہو چکا تھا۔

یہ صدمہ جانکاہ آپکو آخری دم تک رہا اور حقیقت میں آپ کی ناگہانی موت کا سبب یہ دو ہی صدمات تھے ایک فرزند کی اچانک شہادت دوسرے بیش قیمت کتب کی سوختگی۔ چنانچہ یہ دونو صدمے تھوڑے عرصہ میں آپ کی جان لیکر رہے"

باقی صفحہ ۸ پر

علمائے عصرِ حاضر کی طرف سے

مولوی ثناء اللہ صاحب والے مبیّنہ مباہلہ کی تشہیر کا پسِ منظر

دس جون 1988ء بروز جمعۃ المبارک جماعت احمدیہ کے موجودہ امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب نے اُن علمائے دورِ حاضر کو جو احمدیت کے معاندین اور حضرت مرزا صاحب کو جھوٹا اور مفتری قرار دینے والوں میں سرِفہرست ہیں اور تکذیب کرنے والے گروہ کے لیڈروں میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک تاریخی اہمیت کا مباہلہ کا چیلنج دیا۔ جسکی تفاصیل دہرانے کی یہاں گنجائش نہیں۔ مختصراً اتنا بیان کرنا کافی ہوگا کہ اس چیلنج کے ذریعہ آپ نے احمدیت کے چوٹی کے دشمنوں کو متوجہ کیا کہ آپ لوگ بڑی کثرت کیساتھ احمدیت کے متعلق یہ یہ جھوٹا پراپیگنڈہ کرتے چلے جا رہے ہیں اور احمدیت پر یہ یہ الزام لگا رہے ہیں۔ میں بحیثیت امام جماعتِ احمدیہ اس تحریر کے ذریعہ اعلان کرتا ہوں کہ اگر آپ ان الزامات میں سچے ہیں اور خدا کا خوف رکھتے ہیں تو بلا تردّد آگے بڑھیں اور میرے ساتھ مباہلہ کی اس دعا میں شامل ہو جائیں کہ لعنۃ اللّٰہ علی الکاذبین

اس مباہلہ کی دعوت میں بعض احمدیت کے چوٹی کے معاندین کا اور بعض مخالف اخبارات کے ایڈیٹروں کا نام بنام ذکر کیا گیا۔ اور معاندین کے سرِفہرست اُسوقت کے صدر پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب کا نام لکھا۔ مزید برآں جھوٹے الزامات کی جو فہرست پیش کی اس میں یہ الزام بھی بطور خاص درج کیا کہ نام نہاد مولانا اسلم قریشی کو مرزا طاہر احمد اور جماعت احمدیہ نے قتل کروایا ہے۔

۱۰ر جون 1988ء کے اس اعلان کے بعد علماء نے جس طرح اس پر ردّ عمل کا اظہار کیا ہے۔ اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔ آئے دن اخبارات میں انکے اعلانات چھپتے رہتے ہیں اور عامۃ الناس ان سے خوب باخبر ہیں۔ لیکن دو نہایت اہم امور کا تعلق چونکہ علماء کی تازہ مہم سے ہے اسلئے ان کا ذکر ضروری ہے۔ مباہلہ کے چیلنج کے ایک ماہ بعد مبیّنہ طور پر مرزا طاہر احمد صاحب اور جماعت احمدیہ کے کشتۂ ستم مقتول اسلم قریشی صاحب زندہ سلامت برآمد ہو گئے اور پاکستان کے طول و عرض میں عوام الناس پر یہ بات روشن ہو گئی کہ کم از کم اس الزام میں تو مولوی قطعی طور پر جھوٹے نکلے۔

اس سے شدید بوکھلا کر عوام الناس کی سوچوں کا رُخ پلٹنے کی خاطر علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری والے مباہلہ کا اپنے انداز میں ذکر کر کے اپنی بوکھلاہٹ پر پردہ ڈالنے کی کوشش شروع کی۔ لیکن ابھی زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا کہ مرزا طاہر احمد امام جماعت احمدیہ کی طرف سے واشگاف الفاظ میں

یہ اعلان بھی کیا گیا کہ اگر جنرل ضیاء الحق صاحب کھلے لفظوں میں مباہلے کی قبولیت کا اعلان نہ بھی کریں تو بھی انکی خاموشی اس صورت میں قبولیت کے اعلان کے مترادف سمجھی جائے گی کہ وہ احمدیوں کے ساتھ ظلم وستم کا سلوک روا رکھنے کی کارروائی کو جاری رکھیں اور اس سے توبہ نہ کریں۔
(دیکھئے خطبہ جمعہ یکم جولائی 1988ء)

کچھ عرصہ انتظار کے بعد جب پاکستان میں دوسری باتوں کے علاوہ محض مباہلہ کے اشتہار تقسیم کرنے کے نتیجہ میں ہی ضیاء صاحب کی حکومت نے کثرت سے مظالم شروع کیے اور سینکڑوں احمدیوں کو اس جرم میں پکڑ کر ان پر مقدمات کئے گئے اور جیلوں میں ٹھونسا گیا تو بالآخر 12 اگست 1988ء کے خطبہ جمعہ میں امام جماعت احمدیہ نے واشگاف الفاظ میں یہ اعلان کیا کہ چونکہ جنرل ضیاء صاحب نے اپنے عمل کے ذریعہ اس مباہلہ کو قبول کر لیا ہے اور ظلم سے باز آنے کی بجائے اس میں آگے بڑھ گئے ہیں اس لئے اب وہ خدا تعالیٰ کی پکڑ سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے اور مباہلہ کے نتائج ان کے متعلق لازماً ظاہر ہونگے۔

12 اگست 1988ء کے اس خطبہ جمعہ کے چند روز بعد ہی جنرل ضیاء الحق اپنے بعض فوجی رفقاء کار اور یہودی امریکن سفیر اور پاکستان میں سی آئی اے کے امریکی نمائندہ سمیت ایک ہولناک ہوائی حادثے کا شکار ہو کر لقمۂ اجل بنے۔

ادھر تلے اُن دو واقعات کے ظاہر ہونے کے نتیجے میں احمدیت کے مخالف علماء میں سراسیمگی پھیل گئی اور اپنی خفت مٹانے کیلئے اور عوام کی توجہ دوسری طرف مبذول کروانے کی خاطر پہلے سے زیادہ جوش وخروش سے انہوں نے بانئ جماعت احمدیہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے درمیان مبینہ مباہلہ کی تشہیر شروع کر دی۔

خدا کے مقبول مسیح کی ایک ضروری نصیحت

"میں ایک ضروری نصیحت کرتا ہوں۔ کاش لوگوں کے دل میں پڑ جاوے۔ دیکھو عمر گذری جارہی ہے غفلت کو چھوڑ دو اور تضرع اختیار کرو اکیلے ہو ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا کرو کہ خدا ایمان کو سلامت رکھے اور تم پر وہ راضی اور خوش ہو جائے"
(ملفوظات سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)۔

یہ صدائے فقیرانہ حق آشنا پھیلتی جائیگی شش جہت میں سدا
تیری آواز اے دشمنِ بدنوا دو قدم دور دو تین پل جائیگی

از منظوم کلام حضرت مرزا طاہر احمدؒ امام جماعت احمدیہ
برموقع جلسہ سالانہ سنہ ۱۹۸۳ء

THE DAILY MILLAT

THE DAILY MILLAT Studio 4, 1-7 Well Street Hackney, London E9 7QX Telephone 01- 986 8143/67/61 Telex 927125

REGISTERED AS A NEWSPAPER AT THE POST OFFICE

25p Wednesday 16th November 1988

تین ماہ سے بھی کم عرصے میں جنرل ضیاء کا دور اقتدار قصۂ پارینہ بن گیا

جنرل ضیاء کے قریبی ساتھی بھی اس کا نام لینے سے گھبرانے لگے ہیں، رائٹر کا تبصرہ
عدالتوں نے جنرل ضیاء کے ہر بڑے اقدام کو غیر قانونی قرار دے کر ضیاء ازم کا خاتمہ کر دیا

اسلام آباد (رائٹر) جنرل ضیاء کی ہلاکت کو ابھی تین ماہ بھی نہیں ہوئے ہیں کہ ان کا گیارہ سالہ دور اقتدار پاکستان میں ایک قصہ پارینہ بن گیا ہے اور جنرل ضیاء جن نے گیارہ سال قبل ذوالفقار علی بھٹو کو موت کے گھاٹ اتار دیا تھا انتخابات میں سب سے بڑی قوت بن کر سامنے آیا ہے مارچ انتخابی کیمپین میں جنرل ضیاء کا نام اب ان کے دوستوں نے بھی لینا چھوڑ دیا ہے یہ تبصرہ رائٹر کے نمائندے سا ولیور روائس نے اسلام آباد سے بھیجا ہے۔ تبصرے میں کہا گیا ہے کہ ایک سفارت کار نے کہا کہ جنرل ضیاء کا نام لوگوں کے دل و دماغ سے محو ہو گیا ہے جنرل ضیاء کی ہلاکت کے بعد ان کی ہلاکت جبر اور ظلم و تشدد سے بھرپور دور کی یاد مٹانے میں سب سے بڑا کردار عدالتوں نے سرانجام دیا جنہوں نے جنرل ضیاء کے جاری کردہ تمام بڑے بڑے فیصلوں کو غیر آئینی اور غیر قانونی قرار دیا اور لوگ ضیاء کا نام سے بھی متنفر ہو گئے حتیٰ کہ ضیاء ازم کے نام پر قائم ہونے والا اسلامی جمہوری اتحاد کے لیڈر بھی جنرل ضیاء کا نام نہیں لیتے اتحاد کے ایک لیڈر آغا مرتضیٰ پویا نے کہا ہے کہ جنرل ضیاء کا نام فوجی ڈکٹیٹر کا نام ہے اور اب ہم جمہوریت کی طرف جا رہے ہیں صرف نواز شریف نے چند تقاریر میں جنرل ضیاء کا نام لیا مگر بعد میں وہ بھی جنرل ضیاء کا ذکر گول کرنے لگے اور جنرل ضیاء جس کی ہلاکت پر جنازے میں لاکھوں افراد شریک ہوئے اور اس کو شہید کہا جانے لگا تین ماہ کے اندر اندر تاریخ کے اوراق میں دفن کر دیا گیا۔

اے خدا کمزور ہیں ہم اپنے ہاتھوں سے اٹھا
ناتواں ہم ہیں ہمارا خود اٹھا لے سارا بار

اسیران راہ مولیٰ کے لئے خصوصی درخواست دعا

پاکستان کے مختلف شہروں میں متعدد احمدی اسیران راہ مولیٰ قید و بند کی صعوبتیں جھیل رہے ہیں۔ یہ تمام افراد احباب جماعت احمدیہ کی خصوصی دعاؤں کے مستحق ہیں احباب دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ایسے احباب کی مخلصی اور نجات کی تدبیروں کو کامیاب کرے اور ان سب احباب کو استقامت کے ساتھ قربانی پیش کرنے کی توفیق دے اور اپنی جناب سے ان قربانیوں کو قبول کر کے ان تمام احباب کو اپنے بے پناہ فضلوں سے نوازتا چلا جائے۔

یہ احباب ہیں سکھر کے محترم پروفیسر ناصر احمد صاحب قریشی، محترم رفیع احمد صاحب قریشی، ساہیوال کے رانا نعیم الدین صاحب۔ مکرم محمد الیاس منیر صاحب مربی سلسلہ مکرم ملک محمد دین صاحب، مکرم محمد حاذق صاحب، مکرم عبد القدیر صاحب، مکرم نثار صاحب اور متعدد دوسرے احباب جن کے ناموں کی فہرست بڑی طویل ہے۔ سب اسیران راہ مولیٰ خصوصی دعاؤں کے حقدار ہیں۔

پاکستانی ملاؤں کی ننگ انسانیت حرکات

حکومت پاکستان کب تک ضیاء الحق کے لیپا لکوں کی بد اخلاقیوں کو برداشت کرے گی :-

کوٹ مومن سے مربی سلسلہ احمدیہ مکرم بشیر محمود صاحب رقمطراز ہیں :-

کوٹ مومن میں ۲/۹/۸۸ کو جماعت احمدیہ نے ایک پروگرام میں اپنے غیر احمدی دوستوں کو دعوت دی اور جماعت احمدیہ کے امام حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کی ویڈیو فلم دکھائی۔ جس کو سب دوستوں نے پسند کیا۔ بلکہ اخبار نوائے وقت کے نمائندہ نے جو اس دعوت میں شریک تھے کہا کہ مرزا صاحب نے قرآن و حدیث سے باہر کوئی بات نہیں کی ہے۔ اس واقع کا بہت چرچا ہوا۔

اس دعوت کا جب مکفر اور معاند مولویوں کو علم ہوا تو وہ اسی وقت تھانے پہنچے مگر پولیس نے پرچہ درج کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن پولیس تحقیق کی غرض سے اس مکان پر آگئی جہاں پر یہ ویڈیو کیسٹ چلائی گئی تھی۔ احمدیوں نے تسلی دیکر پولیس کو واپس بھجوا دیا اور اسطرح اس رات پرچہ نہ کاٹا گیا۔

مورخہ ۳/۹ کو تمام علما کی میٹنگ ہوئی جو ۳۰ کے قریب تھے۔ پہلے مولوی خود وفد کی صورت میں پرچہ کروانے گئے لیکن تھانیدار نے انکار کر دیا۔ چنانچہ ناکامی کا منہ دیکھنے کے بعد علمائے نے ۵ افراد کا وفد اکرم طوفانی اور ۵ افراد کا وفد ایس ایچ او سرگودھا کے پاس بھیجا تاکہ احمدیوں کو گرفتار کرایا جائے۔

چنانچہ مولوی اکرم طوفانی ۶ تاریخ کو کوٹ مومن پہنچا اور احمدیوں کے خلاف خوب دھواں دھار تقریر کی اور دھمکی دی کہ اگر پولیس نے پرچہ درج نہ کیا تو وہ تھانہ پر حملہ بول دیں گے۔ اسکے بعد مولوی صاحب نے چندہ وغیرہ اکٹھا کیا۔ اسی طرح افسران بالا کی طرف سے احمدیوں کے خلاف آرڈر آ گئے اور مورخہ ۹/۹/۸۸ کو نو ۹ احمدیوں کے خلاف پرچہ درج کر لیا گیا۔ جنکے اسماء درج ذیل ہیں -

۱۔ شیخ شریف احمد صاحب (صدر جماعت احمدیہ) ۲۔ نثار احمد صاحب (قائد خدام الاحمدیہ) ۳۔ افتخار احمد صاحب ۴۔ عبد الستار صاحب ۵۔ خواجہ مبشر احمد صاحب ۶۔ ملک حمید اللہ صاحب ۷۔ شیخ منور احمد صاحب ۸۔ خواجہ گلزار احمد ۹۔

پہلے تو عبوری ضمانتیں ہو گئیں مگر ۱/۱۰ کی پیشی میں جج نے تمام احباب کو گرفتار کرنے کا حکم سنایا اور انکی ضمانتیں منسوخ کر دیں اور اسطرح مندرجہ بالا احمدیوں کو گرفتار کر لیا گیا۔ یہ دوست ۲۱ دن جیل میں رہے اور جیل میں مسلسل نماز تہجد اور روزہ کا التزام کرتے رہے۔ لیکن مولویوں کو ابھی بھی چین نہ آیا اور انہوں نے بازاروں میں

اعلان کیا کہ احمدیوں کا بائیکاٹ کیا جائے۔ اور تختیاں لکھوا کر دکانوں پر لگوا دیں کہ "معاندین اور مکذبین گستاخ رسول مرزائیوں سے یہاں ہر قسم کی خرید و فروخت بند ہے" نرمی کرنے والے مسلمانوں پر علماء نے کفر کا فتویٰ لگا دیا اور اسلام کی (بزعم خود) وہ خدمت کی جو کسی دور میں اسلام کے بدترین دشمنوں کا شیوہ تھا۔
اسی پر بس نہیں ان مولوی صاحبان نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بانی سلسلہ احمدیہ کی تصویر ایک گندے کتے کے گلے میں لٹکا دی اور پھر اسکو جوتیاں مارتے ہوئے سارے بازار میں پھرایا اور اسلام کی ان سب ہدایات کو رد کر دیا کہ کسی بھی قوم کے بزرگ کی تعظیم کرو اور وفات یافتہ لوگوں کے ساتھ خیر کا سلوک کرو۔
مزید برآں ان "اسلام کے غیور مولوی صاحبان" نے اسی پر بس نہیں کر دی بلکہ ایک صاحب نے تو مرزا صاحب کی تصویر اپنی دکان کے پائیدان پر چپکا دی تاکہ آنیوالے اور جانیوالے لوگوں کے گندے قدم اس فوٹو پر پڑتے رہیں اور اس مولوی صاحب کی روح کو تسکین حاصل ہو۔ اور سب لوگ گواہ ٹھہریں کہ آج پاکستان کے مولوی دینِ خدا کی ایسی خدمت کر رہے ہیں جسکی نہ خدا اجازت دیتا ہے نہ اسکا رسول (صلی اللہ علیہ وسلم)

تحریکِ وقفِ نَو

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے گزشتہ سال ۳ اپریل ۱۹۸۷ء کو ایک خطبہ جمعہ میں سلسلہ کی آئندہ صدی کی ضروریات کیلئے وقفِ نو کی تحریک فرمائی تھی اور حضور نے اس تحریک کا اعلان کرتے ہوئے احباب جماعت کو بتایا تھا کہ

"ایک تحفہ جو مستقبل کا تحفہ ہے وہ باقی رہ گیا تھا۔ مجھے خدا نے یہ توجہ دلائی کہ میں آپ کو بتا دوں کہ آئندہ دو سال کے اندر یہ عہد کر لیں، جس کو بھی جو اولاد نصیب ہوگی وہ خدا کے حضور پیش کر دے گا۔ اور اگر آج کچھ مائیں حاملہ ہیں تو وہ بھی اس تحریک میں شامل ہو جائیں اور وہ بھی یہ عہد کر لیں لیکن ماں باپ کو مِل کر فیصلہ کرنا چاہیئے اور بچپن سے ہی ان کی اعلیٰ تربیت شروع کریں"

ایڈیشنل وکیل التبشیر لندن"

تحریکِ وقفِ نو کے تحت جماعت احمدیہ امریکہ کے جن احباب نے اپنے بچوں کو وقف کیا ہے انکے درج ذیل کوائف سے فوری طور پر واشنگٹن مشن کو مطلع فرمائیں۔

نام والد .... نام والدہ .... نام بچہ/بچی .... تاریخ پیدائش ......

موجودہ پتہ .... مستقل پتہ: (اگر موجودہ پتہ سے مختلف ہو) ....

حضرت امام جماعتِ احمدیہ کے نام میاں طفیل محمد کے کھلے خط کا جواب

پریس ریلیز

جناب میاں طفیل محمد صاحب!

آپکا خط حضرت امام جماعت احمدیہ ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت اقدس میں موصول ہوا۔ آپکے خط کے اہم نکات کا جواب اختصار کے ساتھ درج ہے۔

۱۔ آپ نے فرمایا ہے کہ احمدیوں کو قرآن پاک کی اصطلاحیں استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں کیونکہ "ہماری پارلیمان۔ ہماری عدالتیں۔ اور ہمارے علماء اور مفکرین سب کے سب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے پیرو کاروں کو خارج از اسلام اور غیر مسلم قرار دے چکے ہیں"

آپ کی اس تحریر سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ آپ محض ایک دنیادار آدمی ہیں اور مذہب کو بھی صرف سیاست کے ترازو میں تولنا جانتے ہیں۔ تبھی تو آپ نے خدا اور اس کے رسول کے فیصلوں کو یکسر نظر انداز کر کے پارلیمان کے فیصلے کا حوالہ دیا ہے یہ پارلیمان وہ ہے جس کی اکثریت خود آپکے نزدیک دینی علم و عمل سے عاری تھی۔ آپ نے قرآن کریم، احادیث اور تمام سابقہ ائمہ اسلام سے ہٹ کر یہ عجیب مسلک اختیار کیا ہے کہ کسی شخص یا جماعت کے مسلمان ہونے کا فیصلہ خدا اور اسکا رسول نہیں کریں گے بلکہ ملکی پارلیمان، عدالتیں اور ملاں مجاز ہیں کہ جس کو چاہیں۔ مسلمان قرار دیں اور جس کو چاہیں دائرہ اسلام سے خارج کر دیں۔

جماعت احمدیہ کا موقف ہمیشہ سے یہی رہا ہے کہ ہر وہ شخص جو کلمہ شہادت پڑھتا ہے اور اپنے آپ کو مسلمان کہتا ہے۔ اس کے مسلمان کہلانے کا حق دنیا میں کوئی اس سے نہیں چھین سکتا۔ یہ حق اس کو خدا اور رسول نے دیا ہے اور دنیا کی کسی پارلیمان کی طاقت نہیں کہ اس سے اس حق کو چھین سکے جو خدا اور رسول نے اس کو عطا کیا ہے۔

آپ کے خط سے یہ بھی کوتاہ نظری معلوم ہوئی کہ اسلام تو عالمگیر ہے اور آپ پاکستان کی پارلیمینٹ کے فیصلے کو ایک عالمگیر مذہب کے اوپر چسپاں کرنے کا زعم رکھتے ہیں۔ پاکستان کا قانون تو پاکستان کی جغرافیائی حد سے باہر نہیں جاتا۔ جبکہ اسلام ایک عالمگیر مذہب ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں اس لئے پاکستان ہو یا کوئی اور ملک۔ کسی کے سیاسی فیصلے کا مذہب اسلام پر کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

۲۔ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ "ہمارے نزدیک مباہلہ تو کجا، کسی بحث و تکرار کے لئے آمادگی بھی ارتکاب کفر کے مترادف ہے"

آپ کی یہ بات بھی قرآن اور سنت رسول کے بالکل برعکس ہے اور آپ کا موقف یہ بنتا ہے کہ چونکہ آپ کو احمدیت کے جھوٹا ہونے اور اپنے سچا ہونے پر کامل اعتماد ہے، اس لئے کسی مباہلہ کی گنجائش ہی نہیں رہتی آپ نے یہ اتنا خطرناک موقف اختیار کیا ہے اور حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی ایسی ہتک کی ہے کہ آپ پر کثرت سے استغفار لازم آتا ہے۔ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت دی تو کیا نعوذ باللہ آپ کو ان کے جھوٹا ہونے اور اپنے سچا ہونے میں کسی قسم کا شک تھا۔ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی بڑھ کر آپ کو رسول اللہ صلی اللہ کی سچائی پر ایمان ہے۔ آپ کی ذہنی الجھنوں اور تضاد پر افسوس ہوتا ہے کہ عالم دین کہلا کر کس قدر دین کی مبادیات سے غافل ہیں۔

آپ کے خط کے دوسرے حصہ میں جن الزامات کا ذکر کیا گیا ہے، یہ تو سب وہی الزامات ہیں جو ہمیشہ جماعت پر لگائے جاتے ہیں۔ اور آپ کی اسی قسم کی دلازاریوں اور افتراء پردازیوں کی وجہ سے ہی تو آپ کو دعوت مباہلہ دی گئی ہے۔ آپ پھر انہی باتوں کو دہرا رہے ہیں۔

حضرت امام جماعت احمدیہ کو ان الزامات کے جھوٹا ہونے پر اتنا یقین ہے کہ لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہا ہے۔ اگر آپ کو ان الزامات کی صداقت پر اتنا ہی یقین ہے تو پھر "لعنۃ اللہ علی الکاذبین" کہنے میں آخر کیا حرج ہے۔ کیا عالم الغیب والشہادۃ خدا کو علم نہیں کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا۔ آپ کے لئے تو یہ بہترین موقعہ ہے کہ آپ حضرت امام جماعت احمدیہ کا یہ چیلنج قبول کر کے عوام الناس کو گمراہی سے بچالیں۔ ہماری تو سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ آخر آپ فیصلہ خدا تعالیٰ کی عدالت میں لیجانے سے ہچکچاہٹ کیوں ظاہر کر رہے ہیں۔

رشید احمد چودھری

پریس سیکرٹری جماعت احمدیہ عالمگیر

۱۵۔ دسمبر ۱۹۸۸

پروفیسر طاہر القادری کے نام خط

جناب طاہر القادری صاحب! آپ کی طرف سے امام جماعت احمدیہ حضرت مرزا طاہر احمد صاحب کے مباھلہ کے چیلنج کے جواب میں جو اشتہاری قسم کے خطوط اور بیانات اخبارات میں شائع ہو رہے ہیں ان کے مطالعہ کے بعد ہم پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ نہ صرف یہ کہ آپ اس معلمہ میں سنجیدہ نہیں بلکہ آپ کا دل تقویٰ سے خالی ہے اور آپ کی حیثیت ایک مجمع باز کی سی ہے جو سستی شہرت حاصل کرنے کے لئے چالاکیوں سے کام لے رہا ہے۔ سب سے پہلے تو آپ کا ظاہر کرنا کہ گویا امام جماعت احمدیہ نے چیلنج قبول کرنا ہے صریحًا عوام کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کے مترادف ہے کیونکہ امام جماعت احمدیہ تو نہ صرف چیلنج دے چکے ہیں بلکہ کھلم کھلا خطبات میں بھی اور تحریر کے ذریعہ بھی متعدد بار آپ لوگوں کے الزامات کے جواب میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ چکے ہیں۔ اور مباھلہ کے چیلنج کا ایک فریق بن چکے ہیں۔ جس کے بعد تو آپ کی طرف سے ہی قبولیت کا سوال باقی تھا نہ کہ دوبارہ ان کی طرف سے' آپ کو بھی چاہئے تھا کہ جس طرح جماعت احمدیہ نے چیلنج شائع کروایا ہے اخبارات میں اکیلے یا مل کر اپنے دستخطوں کے ساتھ امام جماعت احمدیہ کے چیلنج کے الفاظ کو شائع کراتے اور تحدّی کے ساتھ اعلان کراتے کہ مرزا طاہر احمد ان سب باتوں میں جھوٹا ہے اور جس شخص پر یہ بطور مسیح موعود اور امام مہدی ایمان لایا ہے وہ بھی یقیناً جھوٹا ہے پس جس طرح اس نے لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ کر جھوٹے پر لعنت ڈالی ہے ہم بھی قرآن کریم کے بیان کردہ الفاظ میں لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ کر پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ اعلان کرتے ہیں کہ مرزا طاہر احمد کے دیئے ہوئے مباھلہ میں جن الزامات کو وہ علماء کی طرف سے بہتان قرار دے رہے ہیں وہ سارے الزامات سچے ہیں اور اگر ہم جھوٹ بولتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ہم پر لعنت پڑے اگر آپ میں ذرا سا بھی تقوی ہوتا تو یہ سیدھا سادا طریق اختیار کرتے۔

دوسرا پہلو اس مطالبہ سے تعلق رکھتا ہے جو آپ کی طرف سے پیش ہو رہا ہے کہ فلاں میدان میں اکٹھے ہوں اور اگر لاہور فلاں تاریخ کو نہ پہنچیں تو ہم تمہیں جھوٹا سمجھیں گے یا ہمیں وقت دو کہ ہم تمہاری مقرر کردہ جگہ پر پہنچ کر مباھلہ کریں۔ ہمارے نزدیک یہ سب نفس کی بہانہ سازیاں ہیں اور مباھلہ سے فرار کی راہ' ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ کائنات میں ہر جگہ ہے اور اس کے قبضہ قدرت سے کوئی جگہ باہر نہیں اور کوئی مقام اس کے تسلط اور جبروت سے خالی نہیں........ اس کی کرسی زمین و آسمان پر محیط ہے۔ نہ کہ کسی دنیاوی بادشاہ کی طرح پاکستان یا انگلستان میں کسی مقام پر پڑی ہوئی ہے اس کو مخاطب کر کے لعنت اللہ علی الکاذبین کہنے میں آپ کو آخر کیا خطرہ ہے؟ اور کیوں فریقین کی موجودگی ضروری ہے کیا خدا تعالیٰ اس بات پر قادر نہیں کہ آپ کی لاہور میں ڈالی ہوئی لعنت کا انہیں لندن میں شکار بنا دے یا ان کی دنیا میں کسی مقام پر ڈالی ہوئی لعنت کا آپ کو شکار بنا دے خواہ آپ کہیں بھی ہوں۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر آپ آیت مباھلہ سے یہ استنباط کر رہے ہیں کہ آمنے سامنے ہونا ضروری ہے تو اس کے رو سے پھر تمام انفس جو خواہ کسی فریق سے تعلق رکھتے ہوں ان کا اپنے سارے بیوی بچوں کے ہمراہ وہاں موجود ہونا ضروری ہو گا۔ اور کیا پھر ساری دنیا کے ایک کروڑ احمدیوں کا اور آپ کے مریدوں کا خواہ وہ ہزاروں میں ہوں یا لاکھوں میں ایک مقام پر اکٹھا ہونا ممکن ہے؟ آپ اپنی ایک لغو تاویل کو قرآن پاک کی طرف منسوب نہ کریں مزید بر آں کیا آپ یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ مباھلہ کا چیلنج جو نجران کے عیسائی وفد کو دیا گیا تھا اس میں ان سے یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ تم اپنے بیوی بچوں اور انفس کو مدینہ میں حاضر کرو ورنہ مباھلہ نہیں ہو سکے گا۔ یا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشکش فرمائی تھی کہ آپ اور آپ کے اعزہ و اقارب اور دیگر مسلمان انفس سب نجران میں کسی جگہ اکٹھے ہوں گے۔ پس آپ ایسی لغو تاویل کرتے ہیں جو عقل اور واقعات دونوں کے خلاف ہے۔

نمبر ۴۔ بہرحال اگر آپ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ مباھلہ سے بچنے کے لئے یہ بہانہ اختیار کرنا ہے کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ دور بیٹھے ہوئے لوگوں کی جھوٹوں پر لعنت کے ابتہال کو قبول فرمائے تو پھر ہم آپ کی توجہ قرآن کریم کی ایک دوسری آیت کی طرف مبذول کراتے ہیں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اگر تم سمجھتے ہو کہ تم دوسرے لوگوں کی نسبت اللہ کے زیادہ قریب ہو تو اگر تم اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر موت کی تمنا کرو۔ سورۃ جمعہ) آپ چونکہ سمجھتے ہیں کہ آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے متبعین کی نسبت خدا تعالیٰ کو زیادہ پیارے ہیں لہذا اس آیت کی روشنی میں موت کی تمنا کر کے دکھائیں اگر آپ اس دعویٰ میں جھوٹے ہیں تو اللہ تعالیٰ آپ کو ایک عبرت ناک موت دے کر دنیا کے لئے ہدایت کا موجب بناوے۔

نمبر ۵۔ ہم چونکہ قطعی طور پر اس یقین پر قائم ہیں کہ مباھلہ کے لئے کسی ایک جگہ اکٹھا ہونا ضروری نہیں صرف وضاحت کے ساتھ دنیا کے علم میں لا کر یہ دعا کرنی ضروری ہے کہ جھوٹے پر خدا کی لعنت ہو تاکہ یہ محض انفرادی بد دعا نہ رہے بلکہ اس کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والے نشان بنی نوع انسان کے لئے ہدایت کا موجب بنیں' اس لئے امام جماعت احمدیہ نے جو پیشکش کی تھی اس میں ایسی کوئی شرط نہیں رکھی تھی اور وہ خود اپنی جماعت کے ساتھ ۱۰ جون ۱۹۸۸ء بروز جمعہ المبارک جھوٹے پر لعنت ڈال کر مباھلے کا ایک فریق پہلے ہی بن چکے ہیں پس اگر آپ میں اخلاقی اور ایمانی جرات ہے تو آپ بھی صاف صاف اعلان کریں کہ آپ کو یہ دعوت منظور ہے یا نہیں۔ اگر منظور ہے تو پھر وہ الزامات دہرائیں جو آپ لوگ مدت سے جماعت احمدیہ پر لگاتے چلے آ رہے ہیں اور جن کا ذکر مباھلہ کے چیلنج میں کیا گیا ہے اور لعنت اللہ علی الکاذبین کہہ کر مباھلہ کا فریق بن جائیں لیکن ہم آپ کو نصیحت

خطبہ جمعۃ المبارک بیان فرمودہ

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بمقام : مسجد فضل ۔ لندن

بتاریخ : 6.1.89

تشہد، تعوذ اور سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے مندرجہ ذیل آیت قرآنی کی تلاوت فرمائی :-

مَنْ ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا
فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ
يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ [1]

پھر فرمایا :-

یہ جمعہ 1989ء کا پہلا جمعہ ہے اور سابقہ روایات کے مطابق نئے سال کے پہلے جمعے یا اُس سے گذرے ہوئے سال کے آخری جمعے میں وقفِ جدید کے سالِ نو کا اعلان ہوا کرتا ہے ۔ لیکن اس سے پہلے کہ مَیں وقفِ جدید سے متعلق کچھ کہوں ۔ تمام دنیا کی جماعتوں کے تمام احباب اور خواتین اور بچوں کو نئے سال کی مبارک باد پیش کرتا ہوں ۔

یہ سال ہمارے لئے ایک خاص اہمیت کا سال ہے کیونکہ تقریباً دو 2 مہینے اور 17 دن کے بعد احمدیت کی نئی صدی کا سورج طلوع ہونے والا ہے اور احمدیت کی پہلی صدی اپنی پوری آب وتاب کیساتھ، شان کیساتھ، برکتیں پیچھے چھوڑتی ہوئی رخصت ہونے والی ہے ۔ اس پہلو سے یہ سال جدائی کا بھی سال ہے اور وصل کا بھی سال ہے ۔ ایک ایسا دن جُدا ہونے والا ہے، جو اپنی روشنی میں آئندہ ہمیشہ ہر صدی سے بڑھکر چمکے گا ۔ یعنی پہلی صدی کا دن کیونکہ اس کے سر پر وہ اِمام ظاہر ہوئے، جنکی خوشخبری حضرت اقدس محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم نے خود عطا فرمائی اور جس کی تیرہ 13 صدیوں تک اُمّت انتظار کرتی رہی ۔ پس

---

[1] سورۃ البقرۃ : آیت 246

اگرچہ ہم یقین رکھتے ہیں کہ انشاء اللہ تعالیٰ احمدیت آئندہ صدی میں سینکڑوں ہزاروں گنا ترقی کرے گی لیکن وہ ساری ترقیاں اُن قربانیوں کی مرہون منت ہیں جو اس پہلی صدی میں کی گئیں۔ آئندہ صدی بھی قربانیاں مانگے گی۔ آئندہ صدی میں بھی قربانیاں پیش کی جائیں گی مگر آغاز کا جو نور ہے، اس کو کسی طرح بھی آئندہ آنے والی روشنیاں دھندلا نہیں سکتیں، اور دراصل اُسی نور کی برکت ہے جو پھیلتی چلی جائے گی اور یہ دن روشن تر اور روشن تر ہوتا چلا جائیگا، یہاں تک کہ تمام دنیا پر اسلام کے کامل غلبے کی صدی طلوع ہوگی۔ اِس پہلو سے پہلی صدی پر جو یہ شام آئی ہے، یہ کچھ اُداسی کی کیفیت بھی پیدا کرتی ہے لیکن اس کیساتھ ہی تیز قدم بڑھانے کیطرف بھی ہمیں ابھارتی ہے اور جیسے جیسے سورج غروب ہونے کا وقت قریب آرہا ہے، یہ احساس بڑھتا جارہا ہے کہ کاموں کے لحاظ سے ابھی ہم پیچھے رہ گئے ہیں۔ بہت سے پروگرام تھے، جن کی طرف میں نے بارہا جماعت کو توجہ دلائی۔ بہت سے پروگرام ہیں جو اس وقت زیرعمل ہیں اور جماعت تمام دنیا میں کوشش کر رہی ہے کہ اگلی صدی کے طلوع سے پہلے پہلے ہم ان پروگراموں کو پایۂ تکمیل تک پہنچا دیں لیکن یہ کام اتنا زیادہ ہے اور کئی جگہ ایسے خلا دکھائی دے رہے ہیں کہ سال کے آغاز پر میں جماعت احمدیہ کو سب سے پہلے دعا کی طرف متوجہ کرتا ہوں کہ دعاؤں کے ذریعے مدد مانگیں۔ بارہا میں نے تفصیل سے جائزہ لیا ہے اور اگرچہ مایوس کسی صورت میں بھی نہیں لیکن پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جتنی تیاری ہمیں کرنی چاہیئے تھی، ویسی تیاری ہم نہیں کر سکے۔ اور اس وقت ہمیشہ دعا کیطرف طبیعت متوجہ ہوتی ہے۔

دعا دو طرح سے کرشمے دکھایا کرتی ہے۔ اوّل یہ کہ جو کام ہم وقت کے لحاظ سے نہیں کر سکتے، دعا کی برکت سے تھوڑے وقت میں اس سے بہت زیادہ ہو جاتا ہے، جتنی عام حالات میں انسانی عقل توقع رکھتی ہے۔ دوسرے دعا کی برکت سے ہماری غفلتوں اور کوتاہیوں کی پردہ پوشی ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ گذشتہ کوتاہیوں پر بھی پردہ ڈالتے ہوئے اپنے فضل کیساتھ ایسے ثمرات، ایسے پھل عطا فرما دیتا ہے، جن کے لئے ہم حقدار نہیں تھے، جن کے لئے ہم نے محنت نہیں کی تھی، کوشش نہیں

کی تھی ۔ محض اللہ تعالیٰ کے فضل کیساتھ وہ سارے پھل عطا ہوتے ہیں، جنکی عام حالات میں توقع بھی نہیں کی جا سکتی ۔ تھوڑے کو وہ قبول کرتا ہے اور بہت زیادہ کر دیتا ہے ۔ یہی وہ مضمون ہے جو اس آیت میں بیان ہوا ہے جو میں نے ابھی آپ کے سامنے تلاوت کی ہے ۔ چونکہ اس کا مالی قربانی سے تعلق ہے ۔ اس لئے وقفِ جدید کے سال نو ۔ کے آغاز کا اعلان کرنے سے پہلے مَیں نے اِس آیت کی تلاوت کرنا مناسب سمجھا تا کہ اس کے متعلق مَیں کچھ بیان کروں ۔ اِس کا تعلق چونکہ ایک عمومی اصول سے ہے، جس کا اطلاق ہماری موجودہ حالت پر یعنی نئی صدی کے طلوع سے پہلے کے حالات پر بھی ہوتا ہے ۔ اس لئے یہ آیت اپنے مضمون کے لحاظ سے اس تمام صورتحال پر یکساں روشنی ڈالے گی ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :-

مَنْ ذَا الَّذِیْ یُقْرِضُ اللّٰہَ قَرْضًا حَسَنًا
فَیُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضْعَافًا کَثِیْرَۃً ؕ

کون ہے جو خدا کو قرضۂ حسنہ دے تاکہ اللہ تعالیٰ اُسے اُس کے لیئے بہت بڑھا دے ۔

وَ اللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْصُۜطُ

اور اللہ تعالیٰ چیزیں وصول بھی کرتا ہے، قبض بھی کرتا ہے، اُن کو کھینچتا ہے اور یَبْصُۜطُ ۔ اُن کو پھیلا بھی دیتا ہے ۔ قبض کا مضمون ایسا ہے جیسے انسان مٹھی میں کوئی چیز سمیٹ لے اور پھر مٹھی کھولکر اُسے پھیلا دے، اِس کو بسط کہتے ہیں تو خدا تعالیٰ چیزیں سمیٹتا بھی ہے اور اُن کو بڑھا کر، پھیلا کر واپس بھی کیا کرتا ہے

وَ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

اور اُسی کیطرف تم لوٹائے جاؤ گے ۔

اس آیت میں ایک الجھے ہوئے مضمون کو سلجھایا گیا ہے ۔ جو بسا اوقات انسانی ذھن کو پریشان کرتا ہے ۔ جب مومن سے خدا کی راہ میں چندہ مانگا جاتا ہے تو اپنے ایمان اور تقویٰ اور خلوص کی وجہ سے، خواہ اس مضمون کی سمجھ آئے یا نہ آئے کہ خدا کو کیا ضرورت ہے، مومن خدا کی راہ میں مالی قربانی کرتے تو ہیں لیکن بسا اوقات یہ سوال اٹھتے ہیں اور قرآن کریم نے ان سوالات کا مختلف جگہ ذکر فرمایا ہے کہ کیا خدا غریب ہے ؟ خدا کو کیا ضرورت ہے کہ مومنوں سے قربانی لے ؟ ساری کائنات اُسی کی ہے اور کیوں وہ ہم سے مطالبہ کرتا ہے کہ تکلیف اٹھا کر، تنگی

ترشی میں بھی ہم اُس کی راہ میں کچھ خرچ کریں ۔

اِس سوال کے مختلف جوابات قرآن کریم میں ملتے ہیں ۔ یہاں جو مضمون ہے ، یہ مضمون قانونِ قدرت کے حوالے سے سمجھایا گیا ہے ۔ فرمایا :۔ تم کائنات پر غور کرو ۔ تمام کائنات خدا نے اس طرح پیدا کی ہے کہ وہ چیزوں کو پہلے سمیٹتا ہے پھر بڑھا کر واپس کرتا ہے ۔ زمیندارے پر آپ غور کریں تو آپ کو یہ سارا مسئلہ سمجھ آجائیگا ۔ آپ اگر زمیندارہ جانتے ہیں یا تجربہ ہے ، تب بھی ورنہ سنا تو سب نے ہوا ہے کہ زمیندار اُس وقت اپنا بیج زمین میں ڈالتا ہے جب اُس کو اُس بیج کی سب سے زیادہ ضرورت ہوتی ہے ۔ جب اُس کی فصل کا پھل اختتام تک پہنچ رہا ہوتا ہے جب اُس کو کھانے کے لئے ، اپنی دیگر ضروریات کے لئے ، اُس بیج کی براہِ راست یا اُس کو بیچ کر اُس کی قیمت کی بہت ضرورت پڑتی ہے ۔ وہ وقت ہے نئی فصل کے بونے کا تو انتہائی ضرورت کے وقت جو دانے اس کے گھر بچتے ہیں ، اُن کو وہ مٹی میں ملا دیتا ہے ۔ یہ قبض کا مضمون ہے اور کامل یقین رکھتا ہے کہ اس کے بغیر اُس کے آئندہ سال کی ضرورتیں پوری نہیں ہو سکتیں ۔ کامل یقین رکھتا ہے کہ خدا تعالیٰ جو قبض کرتا ہے ، وہ بسط بھی کرتا ہے اور بسط کے مضمون پر یقین رکھے بغیر کوئی زمیندار بھی اپنا قیمتی بیج مٹی میں نہیں ملا سکتا ۔ اور آپ دیکھتے ہیں کہ جب سے دنیا بنی ہے اُس وقت سے خدا تعالیٰ ہر سال اسی مضمون کو مختلف شکلوں میں عملی صورت میں دنیا پر ظاہر کرتا چلا جا رہا ہے ۔ انسان تو بالارادہ اپنے بیج کو مٹی میں ملاتا ہے لیکن اس سے پہلے ارب ہا ارب سال سے ، جب سے نباتات پیدا ہوئی ہے ، یہی مضمون ہے جو رو نمائی کر رہا ہے ، جو ایک چلتی ہوئی فلم کی طرح ہر سال سینکڑوں ، ہزاروں ، لاکھوں ، کروڑوں صورتوں میں ظاہر ہوتا چلا جا رہا ہے ۔ درخت جب پھلوں سے بھر جاتے ہیں ، پھر وہ اپنے پھلوں کو مٹی میں ملا دیتے ہیں ۔ ہوائیں اُن کو بکھیر دیتی ہیں اور بظاہر سب کچھ ضائع ہو جاتا ہے لیکن اُنہیں دانوں سے پھر اَور پھل پیدا ہوتے ہیں ، اَور درخت اُگتے ہیں اور سارا نظام کائنات اِسی طرح جاری و ساری ہے ۔ تو جب خدا تعالیٰ نے کائنات کو اس طرح بنایا اور اُسی اصول اور اسی مضمون پر کائنات نے ارتقاء اختیار کیا ہے اور مجموعی طور پر انسان کی دولت یا حیوانات کی دولت بڑھتی چلی گئی ہے ، کم نہیں ہوئی تو کیسے ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ روحانی نظام میں اِس آزمودہ نسخے کو بھلا دے یا ردّ فرما دے پس روحانی دنیا میں بھی جو مالی قربانی کے مطالبے ہیں

وہ دراصل اُسی خدا کے مطالبے ہیں جس نے آپ کو دنیا میں مٹی میں بیج ملانے اور پھر فصلیں کاٹنے کا گُر سکھایا ہے۔ فرمایا :-

وَاللّٰہُ یَقْبِضُ وَ یَبْسُطُ

تم کیوں نہیں دیکھتے اس بات کو کہ خدا تعالیٰ نے یہ قانون جاری فرمایا ہوا ہے کہ جو لوگ اپنی دولت کو خدا کے سپرد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ اُسے بڑھا کر واپس کیا کرتا ہے۔ فرمایا۔ پھر جس کے لئے وہ چاہتا ہے، اس کو بہت بڑھا کر عطا فرماتا ہے ــــ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ــــ اور اسی کی طرف تم لوٹ کر جانے والے ہو۔ اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ کا مطلب ہے، اس کی طرف لوٹ کر جانے والے ہو۔ اس کا پہلے مضمون سے کیا تعلق ہے۔

اس کا پہلے مضمون سے دو طرح کا تعلق ہے۔ اوّل یہ کہ ہم سب کچھ اپنا خدا کی کائنات کو جو واپس کرتے ہیں یا ہمیں واپس کرنے کا مطالبہ کیا جاتا ہے، وہ ضائع نہیں ہوا کرتا بلکہ دوبارہ نئی صورتوں میں اٹھتا ہے۔ نئی صورتوں میں نکلتا ہے تو فرمایا ــــ تم بھی جو مٹی میں ملائے جاؤ گے، یہ تمہارے لئے کوئی انجام نہیں ہے۔ یہ تمہارے لئے نئی پیدائش کا دن ہوگا۔ تم خدا کی طرف لوٹائے جاؤ گے اور جس طرح خدا تعالیٰ اپنی طرف لوٹائی جانے والی چیزوں کو بڑھایا کرتا ہے، تمہیں بھی نئی خلق عطا ہوگی، جو پہلے سے زیادہ وسیع ہوگی۔ ہر پہلو سے وہ زیادہ شاندار اور زیادہ لطیف ہوگی اور جو کچھ تم قانونِ قدرت کو اپنے وجود کے طور پر واپس کرو گے، اُسے خدا تعالیٰ بہت بڑھا کر اور نشو و نما دیکر پھر ظاہر فرمائے گا۔ دوسرا معنی آیت کے اس حصّے کا یہ ہے کہ جو کچھ تم خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہو۔ یہ نہ سمجھو کہ ساری جزاء تمہیں اس دنیا میں مل جاتی ہے۔ اِس دنیا میں بھی ضرور جزاء ملتی ہے اور خدا کی راہ میں مالی قربانی کرنے والوں کو بہت بڑھا کر عطا کیا جاتا ہے لیکن اگلی دنیا میں بھی تمہارے لئے یہ خزانے جمع ہو رہے ہیں۔ اگر انسان کسی ایسی جگہ خزانے بھجوا دے، جہاں خود نہ پہنچ سکتا ہو تو وہ خزانے اُس کے ہاتھ سے ضائع گئے۔ وہ ہمیشہ کے لئے کھوئے گئے۔ تو آیت کا یہ حصّہ انسان کو یقین دلاتا ہے کہ تمہاری امانت جہاں پہنچ رہی ہے وہاں تم بھی جانے والے ہو اور جو کچھ تم بھیجو گے، اس بھیجے ہوئے کی نسبت ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بلکہ ان گنت گنا زیادہ اُس دنیا میں

پاؤگے، جس میں آخر تم نے لوٹ کر جانا ہے۔ تو یہ چھوٹی سی آیت بہت وسیع مطالب اپنے اندر رکھتی ہے۔ اور مالی قربانی کا فلسفہ ہمیں سمجھاتی ہے صرف مالی قربانی کا نہیں بلکہ دیگر قربانیوں کا فلسفہ بھی سمجھاتی ہے۔ ہم خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، یقین کریں کہ ہر چیز جو ہم خرچ کرتے ہیں، اسے برکت دی جائے گی۔ اسے بڑھایا جائے گا اور واپس ہمیں لوٹایا جائیگا۔ یعنی ہم تو خدا کی طرف لوٹیں گے مگر ہر چیز جو ہم خدا کی طرف بھیجتے ہیں، خدا ہماری طرف لوٹاتا چلا جائے گا۔ اس پہلو سے نئی صدی کے حالات کیساتھ بھی اس مضمون کا تعلق ہے۔ جو کچھ خدا نے ہمیں دیا، وقت دیا، عزتیں دیں، اموال دیئے، جانیں عطا فرمائیں، کئی قسم کی سہولتیں ہمیں بخشیں۔ آغاز میں یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی بعثت کے وقت، باوجود اس کے کہ جماعت بہت چھوٹی اور بہت کمزور تھی اور بہت غریب تھی اور ان کے پاس بچت کی نسبت بہت تھوڑی تھی۔ ایسے حالات تھے کہ اکثر احمدی بمشکل زندہ رہنے کے لئے گزارے پا رہے تھے۔ انمیں بہت کم تھے جو غیر معمولی طور پر متموّل شمار ہو سکتے ہوں لیکن انہوں نے خدا کی راہ میں اپنے اموال بھی دیئے۔ اپنی عزتیں بھی قربان کیں۔ اپنے تعلقات، اپنی دوستیاں، اپنی رشتے داریاں، کوئی ایسی چیز نہیں جس کی انسان قدر کر سکتا ہے جو اس دور میں جماعت احمدیہ نے خدا کی راہ میں قربان نہ کردی ہو۔ جو کچھ ان کو حاصل تھا وہ سب کچھ دے دیا۔ ایسے خطرناک حالات تھے کہ اس زمانے میں بعض علاقوں کے متعلق انسان سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہاں کے معزز لوگ تمام عزتوں کو اپنے ہاتھوں سے تج کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی آواز پر لبیک کہہ دیں گے اور یہ لمبی کہانی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔ جو کچھ انہوں نے خدا کی راہ میں پیش کیا، اس کو بہت بڑھا کر اللہ تعالیٰ نے ان کی آئندہ نسلوں اور ان کے خاندانوں کو عطا فرمایا۔ آج دنیا کے کونے کونے میں احمدی نسلیں جو ان بزرگوں کی نسلیں ہیں پھیلی پڑی ہیں۔ وہ گواہ ہیں کہ خدا تعالیٰ نے کسی ایک چیز کو بھی اپنے پاس رکھا نہیں بلکہ يَقْبِضُ وَيَبْسُطُ کے مضمون کو بڑی شان کیساتھ پورا فرمایا ہے۔ ان کو وسعتیں عطا کیں، ان کی عزتیں بڑھائیں، ان کے اموال بڑھائے، ان کی طاقتیں بڑھائیں، ان

کے اثر و رسوخ بڑھائے، ان کی جانوں کو برکت دی، ان کے خاندانوں میں ان کی نسلوں کو برکت عطا فرمائی۔ غرضیکہ ہر پہلو سے اللہ تعالیٰ نے بہت بڑھا چڑھا کر اُن کو واپس فرمایا۔ آج ایک سو سال کا عرصہ گذرنے کو ہے اور اس ایک سو سال میں ہم مسلسل اللہ تعالیٰ کے بڑھتے ہوئے، وسیع تر ہوتے ہوئے فضلوں کا نظارہ کرتے چلے آئے ہیں۔ اِس لحاظ سے ہمیں آج جو قربانی کی توفیق مِل رہی ہے، اِس پر اگر آپ غور کریں تو یہ بھی انہیں قربانیوں کے بچے ہیں۔ جو قربانیاں اُس وقت تھوڑی نظر آتی تھیں۔ آج زیادہ ہو کر جو دکھائی دے رہی ہیں۔ دراصل یہ بھی یَقْبِضُ وَ یَبْسُطُ کے مضمون سے تعلق رکھنے والی بات ہے۔ قربانیوں کی طاقت کو بھی خدا تعالیٰ بڑھاتا ہے۔ قربانیوں کے مظاہروں کو بھی اللہ تعالیٰ برکت عطا فرماتا ہے اور ایک نسل جو اس بات کا عرفان نہ رکھتی ہو، بعض دفعہ بے وقوفی میں یہ کہہ سکتی ہے کہ ہم زیادہ قربانیاں دے رہے ہیں، ہم زیادہ وقت دے رہے ہیں، ہم منظم طور پر زیادہ کام کر رہے ہیں لیکن اس بات کو وہ بھول جاتے ہیں کہ دراصل اُن کے آباء کی قربانیاں ہیں جو بحیثیت قربانی برکت پا رہی ہیں۔ پس جو کچھ ہم آج روحانی لحاظ سے مٹی میں ملا رہے ہیں یا ملانے کی توفیق پا رہے ہیں۔ مٹی میں ملانے کی سعادت پا رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ صدی بکثرت اِن قربانیوں کا فیض پائے گی اور اگر ہم دعاؤں کے ذریعے اللہ تعالیٰ سے اپنی کوتاہیوں اور غفلتوں کی معافی چاہتے ہوئے، استغفار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے یہ التجا کرتے رہیں کہ جو کچھ ہم نے قربانیوں کی صورت میں خدا کے حضور پیش کیا ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ اس سے بہت زیادہ کر سکتے تھے، بہت تھوڑا ہے جو ہم نے کیا ہے لیکن تُو بڑھانے والا ہے۔ تُو تھوڑے کو بہت کرنے والا ہے اور تیری طاقتوں کی کوئی حد نہیں، کوئی شمار نہیں ہے۔ اِس لئے اس سے قطع نظر کہ ہم نے تیری راہ میں کیا ڈالا تُو اسے بڑھا دے۔

اِس مضمون کو سمجھنا ہو تو پھر اُسی مثال کی طرف واپس لَوٹتے ہیں۔ ہر زمیندار جو دانے مٹی میں ملاتا ہے، اُس کے ساتھ مٹی ایک جیسا سلوک نہیں کیا کرتی۔ حالات مختلف ہیں۔ زمینیں مختلف ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم نے اِس مثال کو واضح کرتے ہوئے فرمایا کہ بعض ایسی قربانیاں ہیں جو خالصۃً للہ کی جاتی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو دکھاوے کی خاطر کی جاتی

ھیں۔ جو خالصۃً للہ کی جاتی ھیں، اُن کی مثال ایسی ھے جیسے زمیندار کا دانہ، کسی ایسی زرخیز زمین میں پڑے جو غیر معمولی طور پر اس دانے کو بڑھانے کی طاقت رکھتی ہو۔ اگر تیز بارش ہو تب بھی وہ زمین بڑی کثرت کیساتھ اس بیج کو دوگنا کرے اور نشوونما عطا کرے اور اگر بارش نہ بھی ہو تو رات کی شبنم سے بھی وہ استفادہ کر سکے اور اسی تھوڑی شبنم کے ذریعے بھی وہ اس بیج کو بڑھا دے۔ اور بعض قربانیاں ایسی ہیں جو سطحی ہوا کرتی ھیں۔ جن کو خدا تعالیٰ قبول نہیں فرماتا۔ ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایسی سخت چٹان پر وہ بیج پڑے، جس کی سطح پر مٹی کی تہہ جمی ہوئی ہے، وہ تھوڑی دیر کے لئے روئیدگی ظاہر کرتی ہے۔ سبزہ دکھائی دیتا ہے لیکن جب بھی بارش آتی ہے، وہ سب کچھ کو بہا کر لیجاتی ہے۔ پھر اسی مثال میں ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جو لوگ اپنی قربانیوں کا تتبع کرتے ہیں، ان کے پیچھے چلتے ہیں اور اُن کی آبیاری کرتے ہیں، اُن کو بہت زیادہ دیا جاتا ہے، بہ نسبت اُن زمینداروں کے جو بیج پھینک کر، خواہ اچھی زمین پر پھینکا ہو، پھر اُس سے غافل ہو جاتے ہیں۔ تو صرف قربانی کر دینا کافی نہیں ہے۔ قربانی کیسی ہے اور وہ کس حد تک نشوونما پانے کی توفیق رکھتی ہے۔ یہ ایک بہت ھی وسیع مضمون ہے۔ اس لئے دعاؤں کے ذریعے خدا تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہیئے۔ وہ حال کا بھی خدا ہے۔ مستقبل کا بھی ہے اور ماضی کا بھی ہے۔ یہ التجا کرنی چاہیئے کہ اگر ھماری قربانیوں میں، ھماری نیتوں میں کچھ فتور بھی رہ گیا ہو اور خالصۃً تیرے لئے نہ بھی کی گئی ہوں تو آج ھی التجا کرتے ہیں کہ ھمیں بخش دے، ھمیں معاف فرما اور ھماری قربانیوں کو کامل سچائی عطا فرما۔ تو جیسے مستقبل کا خدا ہے ویسے ماضی کا بھی ہے۔ تُو زمانے کا مالک ہے۔ چاھے تو ھماری گذری ہوئی کوتاھیوں کی بھی پردہ پوشی فرما سکتا ہے اور اُن کوتاھیوں کی زد سے ھماری قربانیوں کو بچا سکتا ہے۔ اس لئے آئندہ کے لئے ھمیں خلوص کی توفیق عطا فرما اور سالقہ کوتاھیوں کو بخش دے اور پھر فضلوں کی ایسی موسلا دھار بارش برسا کہ ھماری تھوڑی قربانیاں بھی بہت زیادہ نشوونما پائیں اور ہر زمانے میں نشوونما پاتی رھیں۔ یہ جو مضمون ہے۔ اس کو پھر خدا تعالیٰ اور بڑھاتا ہے۔ فرماتا ہے کہ

۱؎ سورۃ البقرۃ: آیت 266

عام قانونِ قدرت میں جو بہت دیا جائے تو ایک دانہ سات بالیوں میں تبدیل ہو سکتا
ہے اور ہر بالی میں سَو سَو دانے ہوں تو ایک دانہ سات سو گنا ترقی کر سکتا ہے[1] لیکن
فرمایا کہ یہیں بات ختم نہیں ہو جاتی ۔ یہ تو تمہارے اخلاص کے کمال اور خدا تعالیٰ کے
اس اخلاص کو قبول کرنے کا مضمون ہے لیکن خدا تعالیٰ کے فضل کا مضمون، جسکا
قربانیوں سے کوئی تعلق نہیں یعنی براہ راست تعلق نہیں، وہ اس کے علاوہ
ہے ۔ فرمایا ۔ اگر تم بہترین رنگ میں خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرو گے تو
عام قانون، جو روحانی دنیا میں چل رہا ہے، جس کا اطلاق بعض شکلوں میں
تم مادی دنیا میں بھی ہوتا ہوا دیکھتے ہو، وہ یہ ہے کہ ایک قربانی سات سو گنا
زیادہ پھل پیدا کر سکتی ہے لیکن کچھ لوگ ایسے بھی ہیں، جن کی خاطر خُدا
لامحدود طور پر ان قربانیوں کے پھلوں کو بڑھا بھی سکتا ہے ۔ یُضٰعِفُ لِمَنْ
یَّشَاءُ[2] ۔ جس کے لئے وہ چاہے، جس کے لئے وہ فیصلہ کرے ۔ وہ ان
قوانین کی حدود سے بالا سمجھا جائیگا اور ان حدود کے دائرے کے اندر
اس سے سلوک نہیں کیا جائیگا بلکہ لامحدود سلوک کیا جائیگا، تو ہمارا
جس خدا سے تعلق ہے، اس کے ساتھ یہ جو حسابی معاملات ہیں، یہ ہمیں
درست کرنے ہوں گے اور بے حساب کی توقع اُس سے ہم رکھیں تو وہ
بے حساب دے سکتا ہے پس جہاں تک انسان کا تعلق ہے، اُسے اپنا
حساب ضرور درست کرنا چاہیئے اور اپنا حساب درست کرنے کے بعد
اس کے ساتھ خدا پر توکل رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو حساب کے
مطابق بہت دے یا بے حساب عطا کرے ۔ اس بے حساب عطا کرنے کے
مضمون میں بظاہر کوئی منطق نہیں ۔ وہ کون لوگ ہیں، جن کے ساتھ خدا تعالیٰ
بے حساب سلوک فرماتا ہے ۔ اس مضمون کو اگر آپ سمجھ لیں تو پھر ہم میں سے
ہر شخص اللہ تعالیٰ سے لامحدود عنایات کی توقع رکھ سکتا ہے ۔

خدا تعالیٰ کے ہاں احسان میں بھی عدل پایا جاتا ہے اور
کلیۃً بے وجہ اس کا کوئی سلوک بھی نہیں ہے ۔ جہاں تک میں نے غور کیا

[1] سورۃ البقرۃ : آیت 262
[2] سورۃ البقرہ : آیت 262

ہے۔ بے حساب عطا کرنے کا مضمون اس بات سے تعلق رکھتا ہے کہ آپ اپنی حد تک پہنچ جائیں اور اس سے آگے بڑھنا آپ کے لئے اس لئے ممکن نہ ہو کہ آپ کی استعدادوں میں اس سے آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے۔ وہاں سے فضل کا مضمون شروع ہوتا ہے اور وہاں سے بے حساب کا مضمون شروع ہوتا ہے پس اس لئے میں نے کہا تھا کہ آپ اپنا حساب پورا کرلیں۔ جتنی توفیق ہے، جتنی استطاعت ہے، وہ سب کچھ اگر آپ خدا کی راہ میں پیش کردیں اور ایک ایسے مقام دیکھیں، جہاں اس سے آگے آپ بڑھ نہیں سکتے، وہاں پھر آپ کی نیکیوں کی حسرتیں باقی رہ جائیں گی۔ وہاں خواہشیں ہیں جو دل میں کلبلائیں گی اور بے چین کریں گی کہ کاش! ہم اس سے بھی زیادہ کرسکتے۔ اس حد سے آگے پھر آپ کے عمل کی حد ختم ہو جاتی ہے اور خدا کے لامحدود فضلوں کی حد شروع ہو جاتی ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم سے اللہ تعالیٰ نے جو لامحدود فضلوں کا سلوک فرمایا ہے، ایک جاہل دنیادار یہ کہہ سکتا ہے کہ اس کی مرضی تھی اس نے جس طرح چاہا اُن کو بڑھا دیا اور اسمیں اس کا ARBITRARY فیصلہ ہے یعنی بغیر کسی استحقاق کے، بغیر کسی وجہ کے۔ دنیا کے لحاظ سے یہی بات درست نظر آتی ہے مگر امرِ واقعہ اس سے مختلف ہے۔ خدا تعالیٰ کے ہر احسان کے اندر عدل کا مضمون پایا جاتا ہے اور اس پہلو سے حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم سے یا آپ کی غلامی میں کسی اور شخص سے جب آپ خدا تعالیٰ کا لامحدود فضلوں کا سلوک دیکھتے ہیں تو یقین کریں کہ اس شخص کی قربانیوں کی ایک ایسی حد پہنچی تھی، جس سے آگے اس کی تمنائیں رہ گئی تھیں اور حسرتیں رہ گئی تھیں اور خدا نے جو اس کو استعدادیں عطا کی تھیں، اُنمیں توفیق نہیں تھی کہ اُس سے آگے بڑھ سکیں۔ تب خدا کے فضل نے وہاں سے اُسکا ہاتھ پکڑا ہے اور پھر اس کو لامحدود فضلوں کی دنیا میں پہنچا دیا ہے۔ معراج محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم میں ہمیں یہی مضمون ملتا ہے کہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ وسلم نے بشریت کی حدود کے آخری مقام تک کوشش کی ہے۔ اس سے بالا بشریت کے لئے کوئی مقام نہیں ہے۔ جس حد تک ممکن تھا، سب کچھ خدا کی راہ میں دیا ہے یہاں تک

کہ اس کے بعد پھر خدا باقی رہ جاتا ہے اور بشریت کی تمام طاقتیں ختم ہو جاتی اور کوتاہ ہو جاتی ہیں۔ مگر وہاں ٹھہرے نہیں ہیں۔ وہاں تعلق باللہ کا ایک نیا مضمون شروع ہوا ہے جو پھر لا محدود ہے۔ اس تک عام انسان کی نظر اور اس کا فہم اور اسکا ادراک پہنچ ہی نہیں سکتے لیکن روز مرہ کی زندگی میں ہر انسان کو کسی نہ کسی پہلو سے یہ تجربے ہو سکتے ہیں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو اپنے ایسے خدا سے تعلق جوڑتے ہوئے اس تعلق کو محدود نہیں رکھنا چاہئے۔ بڑا ظلم ہوگا کہ اللہ تعالیٰ تو لا محدود فضل کرنے والا ہو اور ہم اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے اس کے فضلوں کے ہاتھ روک رہے ہوں اور ان کو محدود کر رہے ہوں۔ اس لئے اب یہ دعا کرنی چاہئے کہ جو کوتاہیاں ہم سے ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اُن کے اوپر ستاری کا پردہ ڈال دے اور ہماری غفلتوں کو بھی نظر انداز کرتے ہوئے نیکیوں کے طور پر شمار کرلے اور ہماری استعدادوں کو بھی بڑھائے اور ہمیں اپنی استعدادوں تک پہنچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ یہاں تک کہ نیکی کے ہر میدان میں ہم اس کنارے تک پہنچ جائیں جس سے آگے ہماری بشریت کی حد کے لحاظ سے بڑھنا ممکن نہ رہے اور پھر ہم خدا کے لا انتہاء فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں اور آئندہ صدیاں ہماری ان قربانیوں کے لا انتہاء پھل کھاتی چلی جائیں۔ ہم نے پہلوں کی محنت کے پھل کھائے ہیں، اس کو یاد رکھیں اور اُن کو بھی اپنی دعاؤں میں نہ بھلائیں اور ہماری محنت کے پھل آئندہ نسلیں کھائیں گی اور اگر آپ پہلی نسلوں سے یہ سلوک کریں گے کہ اُن کے سامنے اپنی ممنونیت کا سر جھکائیں گے اور سوز و گداز کے ساتھ اپنی دلی دعاؤں میں اُن کو یاد رکھیں گے تو یاد رکھیں کہ پھر آئندہ نسلیں بھی آپ سے ایسا ہی سلوک کریں گی۔ پس یہ جو اس صدی کے بقیہ 2 ماہ 17 دن باقی ہیں۔ اِن کو خصوصیت کے ساتھ اِن دعاؤں میں وقف کریں اور اپنے حالات کو ٹٹولیں۔ اپنے دلوں کا جائزہ لیں اور دیکھیں کہ کہاں کہاں کس حد تک کمی رہ گئی ہے۔ اصلاح نفس کے لحاظ سے جو تربیت کا مجاہدہ ہم کر رہے ہیں اُس کے لحاظ سے اور خدا کی راہ میں قربانیاں پیش کرنے کے لحاظ سے۔ اور یہ دعا کریں کہ اِن دو ماہ 17 دنوں میں اتنی برکت ڈالدے کہ وقت کے پیمانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ فضل کے پیمانے کے

لحاظ سے ہمیں عمل کی توفیق عطا ہو اور اللہ تعالیٰ اس عمل کو قبول کرتے ہوئے ہماری جزاؤں کو لا انتہاء کر دے۔

اس مختصر تعارف کے بعد اب اسی مضمون کی روشنی میں، میں وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان کرتا ہوں۔ آپ کو جیسا کہ معلوم ہے کہ وقفِ جدید پہلے صرف پاکستان اور ہندوستان کی حد تک محدود تحریک تھی لیکن گزشتہ تقریباً 3 سال کا عرصہ ہوا، اسے ساری دنیا میں پھیلا دیا گیا ہے اور اگرچہ بعض ممالک ایسے ہیں جہاں وقفِ جدید کا چندہ انہیں ممالک میں خرچ کیا جاتا ہے مثلاً افریقہ کے ممالک اور بعض اور دوسرے ممالک ہیں مگر ترقی یافتہ ممالک کا وقفِ جدید کا چندہ زیادہ تر ہندوستان میں خرچ کے لئے وقف ہے۔

جہاں تک پاکستان کا تعلق ہے، خدا تعالیٰ کے فضل سے جماعت وقفِ جدید کے لحاظ سے مسلسل قربانی میں آگے بڑھتی چلی جارہی ہے۔ 1984ء میں — وعدوں کے متعلق تو یہاں ذکر نہیں لیکن — وصولی 17 لاکھ 15 ہزار 72 روپے تھی۔ 1985ء میں ۲۰ لاکھ ۴۶ ہزار ہوئی۔ 1986ء میں 23 لاکھ 92 ہزار۔ 1987ء میں 28 لاکھ 61 ہزار اور 1988ء میں، ان کا خیال ہے کہ انشاء اللہ 31 لاکھ سے بڑھ جائیگا یعنی کل آمد بڑھ جائے گی لیکن اس تاریخ تک، جب یہ رپورٹ بھجوائی گئی، ۲۵ لاکھ 85 ہزار روپے وصولی تھی۔ وقفِ جدید کا سال اگرچہ دسمبر میں ختم ہوتا ہے لیکن گزشتہ سال کی جو وصولی ہے وہ اگلے ایک دو ماہ تک آتی چلی جاتی ہے اور دسمبر کے آخر پر پہلے چونکہ جلسہ سالانہ ہوا کرتا تھا، اس لئے سب سے زیادہ ہوا کرتی تھی۔ اب یہ وہاں سے تبدیل ہو کر PEAK یعنی سب سے زیادہ وصولی جنوری میں داخل ہو گئی ہے کیونکہ اب ڈاک کے ذریعہ آتی ہے اس لئے سال کے آخر پر عموماً جماعتیں جب حساب سمیٹتی ہیں تو زیادہ تر رقمیں جنوری میں داخل کرتی ہیں تو گزشتہ جو میرا تجربہ ہے اور مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے قریباً ۲۴ سال وقفِ جدید میں خدمت کی توفیق ملی ہے، وہ یہی ہے کہ بعض دفعہ ۲۰ فیصد یا 25 فیصد تک بھی گزشتہ سال کا چندہ آخری ایک دو ماہ میں وصول ہوتا ہے تو میں امید رکھتا ہوں کہ جس رفتار سے اللہ تعالیٰ پاکستان کی جماعتوں

کو آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ اِس سال بھی ویسا ہی سلوک فرمائے گا اور ہمیشہ پہلے سے بڑھ کر آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا فرماتا رہے گا۔

دعا کی تحریک کے طور پر عموماً ان جماعتوں کے نام سنائے جاتے ہیں جنہوں نے مالی قربانی میں غیر معمولی حصّہ لیا ہے۔ دفتر اطفال کا جہاں تک تعلق ہے جس ترتیب سے مَیں یہ نام سناؤں گا، اُسی ترتیب سے خدا تعالیٰ کے فضل سے اطفال کے چندے میں ان جماعتوں کو غیر معمولی قربانی کی توفیق ملی ہے۔ ربوہ سرِ فہرست ہے پھر بدین، پھر سانگھڑ، پھر سکھر، پھر خیرپور، رحیم یار خان، مظفر گڑھ، راجن پور، گوجرانوالہ، لاہور، سیالکوٹ، ٹوبہ ٹیک سنگھ، سرگودھا، چکوال، راولپنڈی، اسلام آباد اور اٹک۔

جہاں تک عام چندہ وقفِ جدید کا تعلق ہے۔ اسمیں اس فہرست کی ترتیب حسب ذیل ہے۔ ربوہ پھر اللہ تعالیٰ کے فضل سے سرِ فہرست ہے۔ پھر کراچی، پھر حیدر آباد، پھر تھرپارکر، سانگھڑ، خیرپور، رحیم یار خان، ڈیرہ غازی خان، راجن پور، بہاولنگر، ملتان، گوجرانوالہ، لاہور، سیالکوٹ، فیصل آباد، شیخوپورہ، جھنگ، اوکاڑہ، گجرات، چکوال، راولپنڈی اور ایبٹ آباد۔

مَیں یہ نہیں جانتا کہ وقفِ جدید نے یہ ترتیب کیسے قائم کی ہے۔ جب مَیں وقفِ جدید میں ہوا کرتا تھا تو بڑی احتیاط سے، مختلف پہلوؤں سے جائزے لیکر یہ ترتیب قائم کیا کرتا تھا۔ جہاں تک کل چندے کا تعلق ہے، ظاہر بات ہے کہ یہ ترتیب درست نہیں ہے کیونکہ ناممکن ہے کہ سانگھڑ کو لاہور سے زیادہ یا رحیم یار خان یا ڈیرہ غازی خان کو لاہور سے زیادہ چندہ پیش کرنے کی توفیق ملی ہو۔ اِس لئے یا تو غلطی ہوئی ہے اور اس دفعہ انہوں نے یہ جو فہرست بھجوائی ہے، بے ترتیب بھیج دی ہے مگر چونکہ ہمیشہ گذشتہ سالوں میں ایک ترتیب قائم کی جاتی تھی اور اوّل جماعتوں کا اوّل ذکر کیا جاتا تھا۔ اس لحاظ سے مَیں نے یہی سمجھا کہ اسی ترتیب سے اِن جماعتوں نے قربانی میں حصّہ لیا ہوگا۔ اگر وقفِ جدید کے دفتر والوں نے کسی اَور پہلو سے یہ ترتیب قائم کی ہے مثلاً گذشتہ سال کے مقابل پر فی کس چندہ دہندہ کے اضافے کا جہاں تک تعلق ہے تو ہو سکتا ہے کہ یہ ترتیب بدل چکی ہو اور بعض چھوٹی جماعتیں اس پہلو سے زیادہ آگے آجائیں یا یہ بھی

ہو سکتا ہے، بعض دفعہ ترتیب قائم کی جاتی ہے کہ وعدوں کے مقابل پر وصولی کی نسبت کے لحاظ سے کون آگے ہے۔ چونکہ ایسی کوئی وضاحت موجود نہیں ہے یا بھیجی گئی ہے تو اتنی تاخیر سے بھیجی گئی ہے کہ ابھی میں اسکا مطالعہ نہیں کر سکا۔ اس لئے میں نے احتیاطاً ساتھ یہ وضاحت کردی ہے۔ یہ نہ ہو کہ بعد میں جماعتیں پھر احتجاج شروع کردیں کہ ہم نے زیادہ دیا تھا، آپ نے ہمارا نام پیچھے پڑھ دیا کیونکہ اکثر جماعتیں پھر یہ کہا کرتی ہیں تو جو بھی اللہ کے نزدیک قربانی کے لحاظ سے آگے ہے، اُسے اللہ اپنی جزاء میں بھی آگے رکھے۔ اور جو پیچھے رہ گئے ہیں اُن کو بڑھائے اور اُن کو بھی صفِ اوّل کی قربانی کرنے والوں میں شامل فرمائے۔

جہاں تک بیرون پاکستان کا تعلق ہے، جو اطلاعات اب تک ہمیں ملی ہیں، ان کے مطابق جس ترتیب میں اب میں یہ نام پڑھوں گا، یہ ترتیب درست ہے اور صرف ایک شکوے کی بات یہ ہے کہ بیرونی جماعتوں نے بار بار توجہ دلانے کے باوجود کوائف بھیجنے میں بہت سستی کی ہے اور اب جو یہ فہرست میں پڑھکر سناؤں گا، اسمیں بھی کئی خامیاں ہوں گی کیونکہ ہمیں بر وقت اطلاع نہیں مل سکی۔ تو اگر کوئی جماعت زیادہ قربانی کرنے والی تھی اور فہرست کے لحاظ سے پیچھے رہ گئی ہے تو اسمیں ان کے اپنے نظام کا قصور ہے۔ انہوں نے بر وقت اطلاع کیوں نہیں دی۔ بہرحال جو اطلاعیں ملی ہیں، ان کے لحاظ سے خدا تعالیٰ کے فضل سے سرِفہرست برطانیہ کی جماعت ہے جس نے سال گزشتہ میں 11 ہزار پونڈ وقفِ جدید میں ادا کئے۔ دوسرے درجے پر جرمنی کی جماعت ہے جس نے 9 ہزار 801 پونڈز ادا کئے اور تیسرے درجے پر امریکہ کی جماعت ہے جس نے 6 ہزار 522 پونڈز ادا کئے۔ پھر ماریشس کا نمبر آتا ہے جس نے 2 ہزار 198 پونڈز ادا کئے اور پھر کینیڈا، جس نے 2 ہزار 23 پونڈ ادا کئے۔ کینیڈا کی کوئی سمجھ نہیں آئی کہ یہ کیسے ہوا ہے کیونکہ عام طور پر وہ مالی قربانی میں امریکہ سے پیچھے نہیں ہے اور ہر دوسری تحریک میں خدا کے فضل سے نہ صرف یہ کہ امریکہ سے پیچھے قرار نہیں دیا جا سکتا بلکہ آگے بڑھنے کا رجحان پایا جا رہا ہے۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ ان کی انتظامیہ کا قصور ہو یا وقفِ جدید کے سیکرٹری کا قصور ہو۔ وہ سارا سال غافل رہا ہو لیکن جیسا کہ تاثر کینیڈا کا یہاں پیدا ہو رہا ہے ویسا نہیں ہے۔ میں اُمید رکھتا ہوں کہ اس طرف وہ مزید توجہ کریں گے۔ انڈونیشیا ایک ہزار 522، ناروے ایک ہزار 396۔ چھوٹی جماعتیں جو بعد میں آ کر تیزی سے آگے بڑھ رہی ہیں، انہیں خدا کے فضل سے

بھی، جو ابتک اس تحریک کے فوائد سے غافل رہنے کی وجہ سے اِس میں ہلکا حصّہ
لیتی رہی ہیں۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ جب جماعت کو احساس ہو جائے کہ کسی چیز
کی ضرورت ہے تو پھر وہ ہلکا حصّہ نہیں لیا کرتی بلکہ بعض دفعہ تو روکنا پڑتا ہے۔
سمجھا کر کہنا پڑتا ہے کہ بھئی اس سے زیادہ نہ بڑھو۔ اس لئے یہ تو ناممکن ہے کہ
جماعت نے وقفِ جدید کی طرف اس لئے توجہ نہ دی ہو کہ ان کے اندر نعوذ باللہ من ذالک
اخلاص میں کمی آگئی ہے لیکن یہ یقینی بات ہے کہ وقفِ جدید کے فوائد اور اس کے
عالمی اثرات سے ناواقفیت کے نتیجے میں جماعت کا ردّ عمل نسبتاً نرم ہوا ہو تو اس
لئے میں آپ کو یاد کرا رہا ہوں کہ یہ اس کے مقاصد ہیں۔ یہ اس کے فوائد ہیں۔
ضروریات ہیں۔ اس لئے جہاں تک توفیق ہو، آپ اس تحریک میں پہلے سے بڑھ
کر حصّہ لیں اور آخر پر یہ بات یاددھانی کے طور پر کہتا ہوں کہ اپنے بچوں کو کثرت
سے اسمیں شامل کریں۔ جو تعداد مجھے ملی ہے مجھے یقین نہیں آتا کہ یہ اعداد و شمار
درست ہوں گے۔ یہ بتایا گیا ہے کہ صرف 6000 احباب ہیں، بیرون پاکستان
جو وقفِ جدید میں ابتک شامل ہوئے ہیں۔ یہ ماننے والی بات نہیں ہے۔ ضرور
اعداد و شمار بھجوانے میں غلطی ہوئی ہے۔ مگر کوشش یہ کرنی چاہیئے کہ کوئی بھی
احمدی بچہ اب نہ رہے جو وقفِ جدید میں شامل نہ ہو اور باہر کے لحاظ
سے اگر آپ ایک پونڈ، مثلاً انگلستان میں، ایک بچے کے لئے پیش کر دیں تو
میرے خیال میں تو کوئی ایسی مشکل نہیں ہے۔ اور اگر نسبتاً بڑے بچوں کو
یہ عادت ڈالیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے پیش کریں اور اپنے جیب خرچ میں سے
پیش کریں تو پھر اسکا بہت فائدہ پہنچے گا اور روحانی لحاظ سے ان کے دل میں ہمیشہ کے
لئے ایک عزم پیدا ہو جائیگا، ایک خواہش پیدا ہو جائیگی کہ ہم دینی خدمات
میں حصّہ لیتے رہیں۔ ایک بیج بویا جائیگا، جیسے خدا تعالیٰ پھر بڑھائے گا تو اس
پہلو سے اس طرف بہت توجہ دینی چاہیئے۔ باہر کی دنیا میں تعداد بڑھانے
کی طرف خصوصیت سے توجہ دی جائے اور میں سمجھتا ہوں کہ اگر تعداد بڑھائی
جائے اور تھوڑا تھوڑا چندہ بھی بچے اور بعض نئے شامل ہونے والے پیش کریں
تو سردست جو فوری ضروریات ہیں، وہ انشاءاللہ پوری ہو جائیں گی۔ میں
اُمید رکھتا ہوں کہ اس پہلو سے بھی اللہ تعالیٰ ہمیں آگے قدم بڑھانے کی توفیق عطا

فرمائیگا۔ دعاؤں میں بھی یاد رکھیں۔ ھندوستان کے حالات ایسے ہیں کہ ھماری جماعت تناسب کے لحاظ سے بہت ہی تھوڑی ہے اور خدمت کے میدان بے انتہاء ہیں اور چونکہ ھندوستان کو خدا تعالیٰ نے آئندہ اسلام کا قلعہ بنانے کے لئے چُنا تھا اور ھندوستان ہی میں امام پیدا فرمایا تھا۔ اس لئے اس ملک کی بہت غیر معمولی اھمیت ہے جسے ھم وقتی حالات کی تبدیلی سے نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اگر ھندوستان مسلمان ہو جائے تو دنیا کی عظیم ترین اسلامی مملکت بنے گا اور اگر احمدی تربیت کے تابع مسلمان ہو تو اسلامی کا سوال نہیں، ساری دنیا میں سب سے زیادہ عظیم طاقت بن سکتا ہے کیونکہ احمدیت جس طرح اسلامی اخلاق پر زور دیتی ہے اور اسلامی اخلاق کو نظریاتی طور پر نہیں بلکہ عملی دنیا میں، انسانوں کی زندگی میں ڈھالتی ہے۔ اس سے طاقت پیدا ہوا کرتی ہے اور اگر ھندوستان مسلمان ہو جائے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ تمام دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ملک بن جائیگا۔ اور اس کے نتیجے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی تیزی کے ساتھ ساری دنیا کے مسلمان ہونے کے سامان پیدا ہونے شروع ہو جائیں گے۔ اس لئے پاکستان کا اپنا ایک مقام ہے اس مقام کو میں نظر انداز نہیں کر رھا لیکن ھندوستان کو بھی اسکا حق ملنا چاہیئے اور ھمیں ھندوستان کے حق سے غافل نہیں رھنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ ھمیں اسکی توفیق عطا فرمائے اور ھمارے تھوڑے کو قبول فرمائے اور بہت بڑھا کر اس کے نیک اثرات ظاہر فرمائے۔

مرتبہ :۔ منیر احمد جاوید۔ مبلغ سلسلہ
دفتر P.S ــ لندن
7:1:89